DYAL SINGH PUBLIC LIBRARY
ROUSE AVENUE NEW DELHI
Class No 891.4391
Book No 125
Accession

DYAL SINGH PUBLIC LIBRARY
ROUSE AVENUE NEW DELHI-1
Cl. No. 891.4391
Ac. No. 1877 Date of release for loan
This book should be returned on or before the date last stamped below. An overdue charge of 0.6 P will be charged for each day the book is kept overtime.

نسرین و نسترن

ذکی کاکوروی

ایم۔ اے (علیگ)

مرکزِ ادبِ اُردو

۱۳۷، شاہ گنج، لکھنؤ

ذکی

دورِ حاضر کے شعرا میں
ایک ممتاز و منفرد حیثیت کے مالک ہیں۔
اُن کی شاعری
ایک جوان، حسّاس اور
محبت بھرے دل کی آوازِ بازگشت ہے،
جو حیاتِ انسانی کے مختلف تاثرات، احساسات، کیفیات اور
تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔
انہوں نے شاعری و اَدب کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کیا ہے
نیز شاعری کے قدیم و جدید رجحانات و نظریات کے محاسن و معائب کو سمجھنے
اور پرکھنے کی کوشش کی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری زندگی سے قریب تر، شعریت سے بھرپور،
فکری عناصر سے مزیّن اور فنّی عیوب سے پاک ہے۔
جس میں لفّاظی، تصنع، پروپیگنڈا، نعرے بازی اور بازاریت نہیں۔
ان کی شاعری کا حُسن، جذبہ کی صداقت، واقعیت،
سادگی و پرکاری ہے۔

(ادارہ)

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں)

قیمت

5/=

ملنے کا پتہ

مرکز ادبِ اردو

انیس منزل، ۱۳۷ شاہ گنج لکھنؤ ۳

مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مغاں
ہزار خوشۂ نارستہ در رگِ تاک است

(حکیم سنائیؒ)

ذکی کاکوروی کی تصانیف

۱۔ غزل انسائیکلوپیڈیا (ڈیلکس اڈیشن)	۶/-
〃 〃 〃 (عام ایڈیشن)	۵/-
۲۔ نسرین و نسترن (تیسرا مجموعۂ کلام)	۵/-
۳۔ سازِ دل (دوسرا مجموعۂ کلام)	۱/۵۰
۴۔ دھڑکنیں (پہلا مجموعۂ کلام)	۲/۵۰
۵۔ نظم سائیکلوپیڈیا (زیر طبع)	۱۰/-
۶۔ آزاد شاعری کا انتخاب (زیر ترتیب)	
۷۔ نظریات (ادبی و تنقیدی مضامین) (زیر طبع)	
۸۔ افسانۂ حیات (زیر طبع)	
۹۔ اردو غزل گو شعرا کی تاریخ (زیر ترتیب)	

مرکز ادبِ اردو ۱۳۷۰ شاہ گنج۔ لکھنؤ ۳

نسرین کے نام

ترتیب

اہلیت

تمھیں نے چاہا نہیں، ورنہ یہ بھی ممکن تھا
زمیں سے تا بہ فلک سب تمھارے ہو جاتے

تمھیں نے سمجھا نہیں، ورنہ کچھ بعید نہ تھا
حدودِ کون و مکاں بھی نظر میں کھو جاتے

الفت کا فسوں

بعد مدت کے، جو کل دوست کے گھر آپ ملے
دھیان آیا، کہ ہمیں آپ نہ پہچانیں گے

لطف سے آپ نے جب شوخ نظر سے دیکھا
دل کا عالم تھا عجب، آپ نہیں مانیں گے

کتنا پر کیف و دل آرام ہے الفت کا فسوں
کون سمجھے گا اسے؟ آپ ہی کچھ جانیں گے

مآلِ غم

ظلم اگر دن رات یوں ہی ڈھائے گا
یہ کیا تیرے ہی آگے آئے گا

ہائے انساں کی یہ فتنہ سازیاں
ہر قدم پہ اک قیامت ڈھائے گا

رائگاں محنت کبھی ہوتی نہیں
اک نہ اک دن پھل تو اس کا پائے گا

پیار کے محور پہ لپٹا دے انھیں
کب تلک یوں گتھیاں سلجھائے گا

ہوشیار! اے مردِ عاقل ہوشیار
آج کا "نیتا" تجھے کھا جائے گا

عقل کا کہنا سر آنکھوں پر مگر
کس طرح سے دل کو تو سمجھائے گا

پھر کوئی ہندو، کوئی مسلم بنا
پھر کوئی جھگڑا کھڑا ہو جائے گا

پنڈت اور مُلّا کے اے جاہل اسیر
عقل سے کب کام تو لے پائے گا

زندگی سے اتنی مایوسی ہے کیوں
زندگی میں ہر خوشی تو پائے گا

آج مذہب ہے حقیقت سے فرار
کوئی سچّی بات کب کہہ پائے گا

ہر طرف مکر و ریا کے جال ہیں
اے عقیدت مند تو پھنس جائے گا

جان جائے یار رہے لیکن ذکیؔ
رشتۂ الفت نہ توڑا جائے گا

عرب اسرائیلی جنگ میں

جس قوم کو ذلّت کا بھی احساس نہیں ہے
جس قوم کو اقدار کا بھی پاس نہیں ہے
جس قوم کو غیروں کی مدد کا ہے سہارا
جس قوم کو آپس کی لڑائی نے ہے مارا
جس قوم کے افراد کی طینت میں ہو نفرت
جس قوم میں باقی نہ ہو احساس شرافت
جس قوم کو تقلید سے فرصت نہیں ملتی
جس قوم میں ایمان کی دولت نہیں ملتی
جس قوم کے قاری بھی ہوں قرآن فراموش
جس قوم کے افراد ہوں احسان فراموش
جس قوم کو آئینِ شجاعت نہ رہے یاد
جس قوم کی عادت میں ہے اب نالۂ و فریاد

جس قوم نے اسلاف کے اعزاز بھلائے
جس قوم نے خود اپنے ہی کردار مٹائے
جس قوم میں فیشن ہے ترقی کی علامت
جس قوم کو اب یاد نہیں دورِ خلافت
جس قوم میں حق گوئی کی جراءت نہیں باقی
جس قوم میں اخلاص و محبت نہیں باقی
جس قوم کے افراد تعیّش کے طلب گار
جس قوم کے سردار خدا سے ہوئے بیزار
جس قوم میں دولت ہے شرافت سے زیادہ
جس قوم میں مرنے کا نہ جینے کا ارادہ
جس قوم کی دنیا پہ، نہ عقبیٰ پہ نظر ہے
جس قوم کو اپنے نہ پرائے کی خبر ہے
جس قوم کے افراد وفا بھول گئے ہیں
جس قوم کے دل نامِ خدا بھول گئے ہیں
ـــــ وہ قوم اگر جیت بھی جائے گی، تو کیا ہے!

فقدان

دل اپنا لیے ہاتھ میں پھرتے ہیں در بدر
دنیا میں کوئی اس کا خریدار ہی نہیں
ہم جسم و جاں کو اپنے لٹانے تک آ گئے
لیکن یہاں تو کوئی طلبگار ہی نہیں
ہم نے تو ہر نظر پہ کیا سر کو خم، مگر
جو کاٹ دے گلے کو وہ تلوار ہی نہیں
ساقی کی چشمِ مست بہک کر یہ کہہ گئی
کس کو پلائیے کوئی میخوار ہی نہیں
اک اہلِ زر کے ساتھ ہزاروں بلندیاں
اک اہلِ دل کا کوئی طرفدار ہی نہیں
زر اور جھوٹی عزت و شہرت کی مانگ ہے!
بدکار و بدشناس طبیعت کی مانگ ہے!

پیامِ عمل

کرلے تجھ کو جو کرنا ہے،
قسمت کو الزام نہ دینا،
عمر تجھے پھر مل نہ سکے گی
وقت گیا پھر ہاتھ نہ آئے
بھرے امیدوں کی جھولی
آرزوئیں، ارمان و تمنّا
ایک بھی باقی کیوں رہ جائے
پھر یہ جوانی کہاں ملے گی
کون بڑھاپے میں چاہے گا
خون میں گرمی بھی نہ رہے گی
دل کی امنگیں اور ترنگیں
دیکھ کہ تجھ سے کیا کہتی ہیں

دیکھ کہ مرتے وقت تجھے بھی
رنج نہ ہو کردار پہ اپنے
سوچ کے تو بھی اسکو نہ روئے
'ہائے ادھورے رہ گئے سپنے'
اور میں نے اس عمر کو اپنی
غفلت میں بیکار گنوایا
وقت کی جیسی قیمتی شے کی
قدر نہ کچھ بھی میں کر پایا

ہمت، محنت اور امنگیں
دنیا میں سب کچھ ہیں ساتھی
گیا زمانہ تقدیروں کا
اب تدبیروں کی دنیا ہے
جو چاہو وہ حاصل کر لو

حوصلے اپنے آج بڑھا لو
اپنی نظر کو وسعت دے دو
عقل کو اپنی کام میں لاؤ
اور ہمہ تن مصروف عمل ہو

پھر دیکھو یہ خون، پسینا
رنگ نیا ہی لائے گا
جسم کا تیرے میل بھی ساتھی
حسن کا غازہ بن جائے گا

تقسیم ہند

رہنماؤں نے کبھی ہم کو بتایا ہوتا
ملک بٹ جائے گا تو گھر کے بھی ٹکڑے ہوں گے
ماں ادھر ہوگی کہیں، باپ ادھر ہوگا کہیں
بھائی تو ہوں گے کہیں اور بہن ہوگی کہیں
ظلم پر ظلم یہ ہوگا کہ وہ دشمن ہوں گے
خون کے رشتے کہاں، غیروں سے بدتر ہوں گے
روز اک فتنہ لڑائی کا اٹھائے گا کوئی
بغض و نفرت کو، عداوت کو بڑھائیگا کوئی
نام مذہب پہ فقط جنگ کی لعنت ہوگی
گالیاں دینا ہی تزئین سیاست ہوگی

کس کو معلوم کہ اس جنگ کا حاصل کیا ہے!
رہبرو! تم ہی بتاؤ کہ وہ منزل کیا ہے؟

آمدِ بہار

غنچے چٹکے، پھول مہکے، بوئے یار آنے لگی
پھر مرے دشتِ محبت میں بہار آنے لگی

حسن کی رنگینیاں سارے چمن پہ چھا گئیں
دامنِ گل سے ہوائے خوشگوار آنے لگی

پھول بھی جامے سے باہر ہیں، شجر بھی رقص میں
باغ میں اٹھکیلیاں کرتی بہار آنے لگی

بھونرے منڈلاتے ہوئے پھرتے ہیں ہر ہر پھول پہ
عندلیبوں کی فغانِ بے قرار آنے لگی

ساقیا! کیا دیر ہے، اک جام دے، ہاں جام دے
جھوم کر چھائی گھٹا، بادِ بہار آنے لگی

گل کو خنداں دیکھ کر صحنِ گلستاں میں ذکیؔ
یاد اس کافر صنم کی بار بار آنے لگی

سوزِ غم

کس کو دل چیر کر دکھاؤں میں؟ جو گزرتی ہے کیا بتاؤں میں
عیش و عشرت کا مجھ کو شوق نہیں دل کی دھڑکن کہیں تو پاؤں میں
تیری دنیا میں دل نہیں لگتا اپنی دنیا کہاں بساؤں میں
زندگی کا کوئی تو مقصد ہو خوابِ غفلت میں مر نہ جاؤں میں
کتنی یادیں ہیں، آج بھی دل میں کس طرح سے انھیں بھلاؤں میں
اک طلسمِ خیال میں گم ہوں خود کو ڈھونڈوں، تو تم کو پاؤں میں
لوگ سمجھے ہوس ہے دنیا کی میں نے سوچا، فریب کھاؤں میں
گردشِ روزگار کے صدقے یہ نہ ہو گر، تو جی نہ پاؤں میں
ہے تقاضائے وقت اور ہی کچھ اب وہ جذبہ کہاں سے لاؤں میں
اب جو مل جائیں وہ ذکی مجھ کو
خود ہنسوں اور انھیں رلاؤں میں

انگارا

کون کہتا ہے کہ میں نے تجھے چاہا ہی نہیں
یا شب و روز خیالات میں بو جا ہی نہیں
یا ترے واسطے تڑپا نہیں فرقت میں کبھی
خون رویا نہیں ناکامیٔ الفت میں کبھی
کون سا دن تھا، تری یاد نے مضطر نہ کیا
کون سی شب نہ ترے سوز میں مر مر کے جیا
تیرہ و تار ہوئی جاتی تھی دنیا میری
کتنی بے رنگ تھی، بے کیف تھی، دنیا میری

میرا ہر ہر نفس اک شعلۂ جوالہ تھا!
جسم بھی آگ کا دہکا ہوا انگارہ تھا!

اجنبی کی طرح

ملو گی آ کے جو تم مجھ سے اجنبی کی طرح
تمھیں بتاؤ کہ پھر کیسے گفتگو ہو گی
میں کس طرح سے بھلا دل کو روکے رکھوں گا
جہانِ شوق کی دنیا جو رو برو ہو گی
تمہارے گیسو و رخسار کی مہک کے لیے
نفس نفس کو تمنّائے مشکبو ہو گی
کہاں کہاں نہ نگاہیں بہک کے جائیں گی
کہاں کہاں نہ تمھاری ہی جستجو ہو گی
کہیں کسی نے اگر شاعری کو یاد کیا
زبانِ شعر میں پھر شرحِ آرزو ہو گی
خدا نخواستہ غیروں کو ہو خبر نہ کہیں
ہزار خطرے میں الفت کی آبرو ہو گی

قسمت

جو قسمت کا تابع ہر اک کام ہوتا گنہگار پھر کیوں یہ بدنام ہوتا
دھرے ہاتھ پر ہاتھ بیٹھے ہی رہتے نہ آغاز ہوتا، نہ انجام ہوتا
قناعت، توکل پہ ہوتا گزارا نہ ہمت، نہ کوشش سے کچھ کام ہوتا
یہ سائنس کی جدّتیں بھی نہ ہوتیں نہ کافر، نہ مشرک کا الزام ہوتا
نہ پیغمبر آتے، نہ رہبر ہی آتے خدا کی خدائی میں آرام ہوتا
نہ ہوتی صراحی، نہ شیشے ہی ہوتے نہ میکش، نہ ساقیٔ گلفام ہوتا
دوا کی، دعا کی ضرورت ہی کیا تھی جو قسمت میں ہے وہ ہی انجام ہوتا
ضرورت ہی کیا تھی کرے کوئی کچھ بھی
بہت پھر تو کاہل کو آرام ہوتا

روحِ گلستاں

اک یوسفِ کنعاں اک لیلیٰ دوراں اک روحِ تکلم اک جانِ ترنم
اک زلف پریشاں اک خنجرِ عریاں اک برق تبسم رشکِ مہ و انجم
اللہ نگہباں اک جلوۂ جاناں
اللہ نگہباں اک جلوۂ جاناں

اک عصمتِ مریم اک حسنِ مجسم سرمست، سرشار، خوش طبع خوش اطوار
اک نور کا عالم اک عشق کا پرچم گل ریز، گہربار اک بارشِ انوار
اک حشر کا ساماں اک روحِ گلستاں
اک حشر کا ساماں اک روحِ گلستاں

اک گل کی لطافت اک مشک کی نکہت اک ساعدِ سیمیں اک چہرۂ رنگیں
سرجوشِ حقیقت اللہ کی رحمت مہ پارہ و پردیں برباد کنِ دیں
ہر درد کا درماں غارتگرِ ایماں
ہر درد کا درماں غارتگرِ ایماں

وزدیدہ نگاہی بے آب ہے ماہی اب کیف نہ مستی پامال ہے ہستی
ہو خیر الٰہی یک طرفہ تباہی پھر زیست ہے مستی ہے آگ برستی
اک حسن گریزاں اور شعلے فروزاں
اک حسن گریزاں اور شعلے فروزاں

مخمور جوانی الفت کی کہانی اب ہے مری ہستی اک سوز تمامی
اے درد نہانی پھر کوئی نشانی پہچان ہے میری بیدردانہ مزاجی
اے جیب و گریباں اے شمع شبستاں
اے جیب و گریباں اے شمع شبستاں

آ میرے مقابل اے زینتِ محمل آوارہ پریشاں ہوں دیدۂ حیراں
اے رونقِ محفل اے حسن میں کامل اشک سرِ مژگاں ہوں داد کا خواہاں
اے حاصلِ ایماں اے دامنِ جاناں
اے حاصلِ ایماں اے دامنِ جاناں

دیوانگیٔ دل بیتابیٔ بسمل سن اے ستم ایجاد کب تک تری بیداد
نادانیٔ قاتل پھر سخت مراحل اے حسن خداداد فریاد ہے فریاد
پھر فتنۂ دوراں اے دشمنِ انساں
پھر فتنۂ دوراں اے دشمنِ انساں

قتلِ عام

زندگی تشنہ کام ہے پیارے
ہر طرف دورِ جام ہے پیارے

بھائی کو بھائی کھائے جاتا ہے
اب تو جینا حرام ہے پیارے

لوٹ، غارت گری و سفّاکی
جنگ اور قتلِ عام ہے پیارے

دم گھٹا جاتا ہے، نہ جانے کیوں
کیا یہ حبسِ دوام ہے پیارے

ظلم سہیے، مگر زباں نہ ہلے
ہٹلری کا نظام ہے پیارے

یہ سیاست کی پرورش دیکھو
بدزباں، بے لگام ہے پیارے

سابقہ ہے دروغ گویوں سے
جھوٹ اور اتہام ہے پیارے

دردِ غم بانٹ لیں غریبوں کے
بس یہی نیک کام ہے پیارے

اے ذکیؔ چھوڑ رندی و مستی
کیوں ہوس کا غلام ہے پیارے

ایک پرانی یاد

آج تک یاد قہقہے ہیں ترے   شوخ، دل چسپ، دل نشیں باتیں
حاصلِ زندگی، مآلِ خوشی   سب سے پوشیدہ وہ ملاقاتیں
رات بھر وہ عبادتیں کرنا   اور پچھلے پہر مناجاتیں
چھیڑنا تیرا مجھ کو رہ رہ کے   اور ستانے کی سیکڑوں گھاتیں
یاد ہیں، خوب یاد ہیں، اب بھی   بازیِٔ عشق کی حسیں ماتیں
ہائے بھولے ہوئے وہ افسانے   ہائے گزری ہوئی ملاقاتیں
ہائے بیتے ہوئے وہ ساون بھی   بھولی بسری ہوئی وہ برساتیں

جن کی یادوں سے آج بھی لے دوست
کتنی پُرکیف ہیں مری راتیں

فریدہ

وہ معصوم نظریں، وہ ابرو خمیدہ
وہ اک بانکپن سر سے پا تک کشیدہ
وہ نازک لبوں پہ تمنّائے رنگیں
وہ جذباتِ پنہاں سے چہرہ دمیدہ
وہ پہلے پہل دو دلوں کا دھڑکنا
وہ گھبرایا چہرہ، وہ رنگِ پریدہ
وہ جسمِ معطّر پہ شبنم کے قطرے
عرق گل سے رخسار پہ تھا چکیدہ
وہ ہر ہر نظر پہ عنایات پیہم
وہ دورِ محبت کے جامِ چشیدہ
وہ معصومیت میں بھی شوخی بلا کی
ادا، ناز و انداز سب چیدہ چیدہ

کبھی اپنی مجبوریوں کی شکایت
کبھی بے کسی پر مری آبدیدہ

محبّت کے وہ چند لمحے کہ جن کو
متاعِ دل و جاں سے میں نے خریدا[1]
تصوّر میں ہیں مثلِ جنّت بداماں
فضاؤں میں ہیں مثلِ بوئے رمیدہ

مگر کیا بیاں ہوگا اس گل کا عالم
جو ہو ہر طرح سے مجسّم "فریدہ"

---

[1] فنّی اعتبار سے خریدا کا قافیہ اس صورت میں جائز نہیں جبکہ باقی قوافی کے آخر میں ہائے مختفی "ہ" ہے لیکن اب ایسے قیود کو ختم کر دینا چاہیے۔
—— ذکی

۳۵

خلش

دیکھ کر تم کو یہ سوچا تھا کہ چاہوں گا تمھیں
چاہ بڑھ جائے گی تو خوب ہی پوجوں گا تمھیں
زلف و رخسار کے سایہ تلے سو لوں گا کبھی
نرم آغوش کی گرمی کو سمو لوں گا کبھی
تم سے رعنائی تخئیل نکھر جائے گی
تم جو آجاؤ گی تقدیر سنور جائے گی

تلخی زیست کو اس طرح بھلانا چاہا
تم سے الفت کو محبت کو بڑھانا چاہا

گو سمجھتا تھا کہ تم میری نہ ہو پاؤ گی
دل مگر کہتا تھا کہ اک روز تو آجاؤ گی

ہائے وہ دن کہ تھی جس دن کی تمنّا دل میں
کتنی پر کیف بہاروں کا تقاضا دل میں

دل میں ارمانوں نے قندیل جلا رکھی تھی
جانے کیا کیا مرے سینہ کی جلن کہتی تھی

قلب شاعر نے تھا جذبات میں کیا کیا چاہا
حیف صد حیف کہ کچھ عقل نے کرنے نہ دیا

گو بہ ظاہر تو پریشانی و رسوائی تھی
ہائے تقدیر! یہ نوبت بھی کہاں آئی تھی

ساقی نے

پلائی تھی کبھی مجھ کو مئے گلفام ساقی نے
ادا سے، ناز سے، غمزے سے، خوش اندام ساقی نے

الٰہی تشنگی کا میری اب انجام کیا ہوگا
عطا مجھ کو کیا ہے اک شکستہ جام ساقی نے

نگاہوں سے کوئی گھائل، اداؤں کا کوئی بسمل
جدھر دیکھو، ادھر برپا کیا کہرام ساقی نے

خدا رکھے نہ آیا حرف میری پارسائی پر
نگاہوں ہی نگاہوں میں دیے ہیں جام ساقی نے

مری دیوانگی کو دیکھ کر آخر سرِ محفل
دیے ہیں ہر نظر میں ہوش کے پیغام ساقی نے

ہم لوگ

مست خانہ خراب ہیں ہم لوگ
آپ اپنا جواب ہیں ہم لوگ
رند عالی جناب ہیں ہم لوگ
ایک رنگین خواب ہیں ہم لوگ
حسن، محروم روشنی کیوں ہو
عشق کا آفتاب ہیں ہم لوگ
زاہدا، تیری آج خیر نہیں
خوب مستِ شراب ہیں ہم لوگ
رنگِ عارض کجا، کجا لالہ
محوِ حسن گلاب ہیں ہم لوگ
قطرۂ خوں ہے آتش گل رنگ
خود مجسّم شراب ہیں ہم لوگ

پھر ملیں گے کہاں یہ دیوانے
رازِ ہستی کا باب ہیں ہم لوگ

بزمِ عالم سے دور ہے منزل
گم طلسمِ سراب ہیں ہم لوگ

ہوش کس کو کہ بے نقاب کرے
محوِ رنگِ نقاب ہیں ہم لوگ

جان و دل آپ پر ہی وارے ہیں
بندۂ آنجناب ہیں ہم لوگ

ہم جو چونکیں تو فتنے برپا ہوں
رندِ مدہوش خواب ہیں ہم لوگ

اک مکمل جنوں، سراپا کیف
شورشِ اضطراب ہیں ہم لوگ

اہلِ دنیا سے کیا ذکی مطلب
اہلِ دل کی کتاب ہیں ہم لوگ

نینی تال

اللہ اللہ فضائے نینی تال
حسن جنت مثال نینی تال
کوئی دولہن سجی بنی بیٹھی
چاند تاروں کی بزم ہو جیسی
ہر طرف ہیں جواں جواں منظر
نور و نکہت کے آخری پیکر
دھڑکنیں دل کی ذرّہ ذرّہ میں
خون دوڑا ہے ہر رگ و پے میں
عشق پر ہے شباب کا عالم
حسن پر ہے گلاب کا عالم
شام ہوتے فلیٹ پر ٹہلیں
نامرادوں کے قلب بھی بہلیں

جھیل میں چلتی کشتیوں کی قطار
لیے آغوش میں بہاریں ہزار
چار جانب پہاڑ گھیرے ہیں
اہلِ الفت کے جن میں پھیرے ہیں
ہر قدم پر جوانیاں رقصاں
ہر نظر میں کہانیاں پنہاں
نظریں پڑتی اِدھر اُدھر بہکی
کون جانے ہے جستجو کس کی
ضو فشاں بلب کا حسیں منظر
دیکھ کر جس کو عقل ہو ششدر
دونوں عالم ہی جگمگاتے ہیں
جھیل میں تارے ٹمٹماتے ہیں
دست قدرت کا شاہکار ہے یہ
بزم ہستی ترا نکھار ہے یہ

تلخیٔ زیست

(ایک اپاہج فقیر کے درد و کرب سے متاثر ہو کر)

یوں بھی جیتے ہیں زندگی والے ۔۔۔ پاؤں بے کار، جسم پر چھالے
لوٹتے پھر رہے ہیں سڑکوں پر ۔۔۔ پیٹ کے بل، زبان پر نالے
مفلسی ہی انہیں بچھونا ہے ۔۔۔ رنج و غم، بیکسی کے ہیں پالے
بھوکے پیاسے ہیں زندگی بھر کے ۔۔۔ یاس و حسرت کی جھولیاں ڈالے
مانگتے بھیک ہیں، امیروں سے ۔۔۔ جن کے چہرے سفید، دل کالے
ہر نفس ان کا موت سے بڑھ کر ۔۔۔ ہر نظر ان کو سیکڑوں بھالے

المدد! اے خدائے کون و مکاں
سارے عالم کو پالنے والے!

اعجازِ تصوّر

چھیڑ کے کیسے دل کو دکھاؤں　　وہ ہیں روٹھے کیسے مناؤں
ان کو چھوڑ، کہاں اب جاؤں　　گیت خوشی کے کیوں کر گاؤں

گھر گھر کے جب بادل آئیں　　ناچیں مور، ملہاریں گائیں
کوئل کوکو شور مچائیں　　ٹھنڈی ہوائیں تن کو جلائیں

آئیں تصوّر میں بن ٹھن کے　　موہنی صورت، اس پر تن کے
صدقے جاؤں اس جوبن کے　　چڑھتی جوانی، الھڑ پن کے

جن کی خاطر جگ کو چھوڑا　　اپنا پرایا ناتا توڑا
حیف! اب اس نے منھ ہے موڑا　　غیروں سے ہے رشتہ جوڑا

ٹیس ہے دل میں، درد جگر میں — خرمنِ ہستی، برق و شرر میں
اپنا پرایا کوئی نہ گھر میں — دنیا ہے اندھیر نظر میں

بھولے ہیں، وہ وعدے کر کے — دل میں بٹھا کے، دل سے گزر کے
شوخ نرالی چہلیں کر کے — ہائے! وہ لمحے جذبِ اثر کے

پیار کے دن تھے، پیار کی راتیں — پیار کے غمزے، پیار کی گھاتیں
الٹی سیدھی، تیکھی باتیں — ہائے! جوانی کی برساتیں

ایک خموشی، جذب کا عالم — ہوش و خرد سب مبہم مبہم
حسن مکمل، عشق مجسّم — قطرہ قطرہ، شبنم شبنم

کیسی دنیا، کیسی عقبیٰ — کیف کا عالم، اللہ اللہ
حسن کی منزل، عشق کا رتبا — تیز تھیں سانسیں، توبہ توبہ

دور میں ساغرِ وجد میں ہم تھے — ڈھنڈلے ڈھنڈلے دو عالم تھے
لطف، عنایت اور کرم تھے — جنّت کے سامان بہم تھے

ان کا راگ، مری غزلیں تھیں — سازِ مرا ان کی زلفیں تھیں
ایک ہی تانیں دو دل میں تھیں — روح تھی اک اور دو جانیں تھیں

حُسن و عشق میں فرق نہیں تھا — زیرِ فلک، آغوش زمیں تھا
ذرّہ ذرّہ ماہ مبیں تھا — نقشہ نقشِ لعبتِ چیں تھا

جشنِ طرب تھا، دیوانے تھے — عینِ حقیقت افسانے تھے
شمع تھی ایک اور پروانے تھے — مست اور بیخود مستانے تھے

حیراں حیراں دونوں جہاں تھے — بقعۂ نوری کون و مکاں تھے
جنّت دوزخ وہم و گماں تھے — پوچھو مت ہم سے کہ کہاں تھے

عابد سے تسبیح بھی چھوٹی   زاہد کی بھی توبہ ٹوٹی
خوب منائی قسمت روٹھی   بھر بھر پی ساقی کی جھوٹی

قسمت نے پھر پلٹا کھایا   غیر کو میرا سکھ نہیں بھایا
دنیا نے بھی جال بچھایا   مجھ سے گریزاں میرا سایا

حسن نے اپنی نظریں بدلیں   راہیں بدلیں، رسمیں بدلیں
لطف و کرم کی باتیں بدلیں   الفت کی سب گھاتیں بدلیں

فرقت کے بادل گھر آئے   رات اندھیری کالے سائے
ناداں دل تڑپے تڑپائے   کوئی کروٹ نیند نہ آئے

ناحق ہی بے تابیٔ دل ہے   کیسی لیلیٰ کیسا محمل ہے
دور بہت میری منزل ہے   ان کا ملنا اب مشکل ہے

ان کا تصوّر اب ہمدم ہے   وہ ہی پرانا سا عالم ہے
کوئی نہ ڈر ہے، کوئی نہ غم ہجر   یہ بھی ان کا لطف و کرم ہے

پھر وِل پھر وِل اب باتیں ہیں   خوب محبت کی گھاتیں ہیں
چڑھتی جوانی برساتیں ہیں   بڑی سہانی اب راتیں ہیں

دل نے ان کو پا ہی لیا ہے
اب شاید اپنا ہی لیا ہے

جشنِ عید

عید کا دن ہے، مزے آج اڑائیں ساقی
جام پہ جام پئیں، دھوم مچائیں ساقی

تشنگی حد سے بڑھی، صبر کا دامن چھوٹا
آتشِ تر سے نہ کیوں آگ بجھائیں ساقی

کر نہ تاخیر کہ اب دور نہیں فصلِ بہار
سر پہ منڈلاتی ہیں گھنگھور گھٹائیں ساقی

رخ اُدھر، جام اِدھر، لب پہ تبسم، کیا خوب!
مار ڈالیں گی مجھے تیری ادائیں ساقی

دے وہ بادہ! کہ نہ مستی کبھی جس کی اترے
لا وہ ساغر! کہ نہ پھر ہوش میں آئیں ساقی

ہم ہیں وہ رند بلا نوش کہ میخانوں میں
جب پہنچ جائیں تو اک جشن منائیں ساقی

ہیں وہ کم ظرف جو مے پی کے بہک جاتے ہیں
ہم بہک جائیں، تو پھر منھ نہ لگائیں ساقی

حضرتِ شیخ کھڑے ہیں درِ میخانہ پہ
رند سرشار ذرا جوش میں گائیں ساقی

نرگسِ مست کی گردش پہ چلے دورِ شراب
آج آیا ہے ذکیؔ عید منائیں ساقی

کل رات کو

مہرباں تھا ساقی نا مہرباں کل رات کو
مل گیا جامِ شرابِ ارغواں کل رات کو
وہ جو آئے کوند اٹھیں بجلیاں کل رات کو
ہو گئے روشن جہانِ جسم و جاں کل رات کو
ہو کے بے تابِ محبت، آ گئے آغوش میں
اٹھ گیا تھا ہر حجابِ درمیاں کل رات کو
آئی ہر ہر قطرۂ خوں سے صدا لبیک کی
جب اٹھے خنجر بکف وہ ناگہاں کل رات کو
مے بھی تھی، شیشہ بھی تھا، ساغر بھی تھا، موسم بھی تھا
زندگی ہی زندگی تھی میہماں کل رات کو

پی کے مے ساقی کے ہاتھوں سے نظر آیا ہمیں
جیسے میخانہ پہ چھایا تھا دھواں کل رات کو
سب کے لب پر تھیں ہماری ہی تمنّائیں ذکیؔ
ایک عالم تھا ہمارا ہمزباں کل رات کو

دھانی لبادہ

بہت بھولی بھالی تھی، معصوم سادہ — مہ و مہر سے خوبصورت زیادہ
نہ نظریں اٹھائے، نہ لب ہی ہلائے — نہ کوئی توجہ، نہ کوئی ارادہ
وہ سیمیں بدن، جس سے شعلے نمایاں — وہ اٹھتی جوانی، وہ زلفِ فتادہ
اداؤں سے جس کی قیامت بپا تھی — نگاہوں سے جس کی برستا تھا بادہ
معطر ہوئیں جس کے دم سے فضائیں — وہ پھولوں سے مہکا ہوا جس کا جادہ
ہزاروں نے راہوں میں آنکھیں بچھائیں — خراماں ہوئی جس گھڑی پا پیادہ
اسی پیکرِ حسن، جانِ حیا نے — چرایا مرا دل، مگر بے ارادہ

وہ غارتگرِ ہوش و عقل و دل و جاں
تھا زیب بدن جس کے دھانی لبادہ[1]

---

[1] لبادہ قافیہ کی رعایت سے بمعنی چسٹر کے لیا گیا ہے۔

بسنتی لباس

پھبتا ہے کس قدر یہ بسنتی لباس بھی
عقل و خرد بھی جاتے ہیں، ہوش و حواس بھی

ان گل رخوں کے جامۂ رنگیں سے بار بار
آتی ہے بھینی بھینی سی پھولوں کی باس بھی

ہر چند خوش گوار ہے موسم بسنت کا
لیکن مزا تو جب ہے کہ آئے یہ راس بھی

للّٰہ ایسے میں تو نہ خاموش بیٹھیے
میری قسم جو آپ رہیں گر اداس بھی

مانا حجاب ہے اتنا، تو اتنا بھی مان لیں
چھیڑیں نہ دور دور سے، آجائیں پاس بھی

یادِ ماضی

کتنا پُر کیف وہ زمانہ تھا جب مرا دل ترا نشانہ تھا
ہر طرف زندگی ہی رقصاں تھی موت کا ذکر اک فسانہ تھا
رشکِ فردوس تھی مری دنیا سارا عالم نگار خانہ تھا
میری ہر شوخی و شرارت پر تیرا انداز والہانہ تھا
چشمِ میگوں کی گردشیں، توبہ سارا عالم شراب خانہ تھا
سازِ دل نے کبھی غزل چھیڑی لب پہ تیرے بھی اک ترانہ تھا
دلِ جواں جس کی یاد سے اب تک
حیف صد حیف کیا زمانہ تھا

اک پرانے خط کو

اک پرانے خط کو تیرے دیکھ کر — خوں کے آنسو دیدۂ تر رو دیا
یہ محبّت کا چھلکتا جام تھا — آج میں جس کو اٹھا کر رو دیا
پھر نظر تحریر پہ جا کر پڑی — اور میرا قلبِ مضطر رو دیا
بارہا خط کو ترے تیری قسم — اپنی آنکھوں سے لگا کر رو دیا
پھر تصوّر نے ترے ڈھایا غضب — اور شاعر کا مقدّر رو دیا
یاد کر کے پھر ترے لطف و کرم — میں خدا معلوم کیوں کر رو دیا
دورِ الفت کے ترے راز و نیاز — یاد جب آئے تو اکثر رو دیا
ہائے! وہ ذوقِ نظارہ کیا ہوا — دیکھ کر کیوں ماہ و اختر رو دیا
میکدہ ویراں، نہ اب ساقی، نہ مے — خالی اک ساغر اٹھا کر رو دیا

تیرا دیوانہ، ذکیؔ دلِ فگار
دیکھ آکر، اے ستمگر، رو دیا

محبّت کی اذان

دلِ شوریدہ کہاں؟ تم وہ کہاں؟ میں وہ کہاں؟
کتنے بدلے نظر آتے ہیں زمیں اور زماں!
نہ وہ الفت، نہ محبت، نہ لگاوٹ، نہ وفا
تم سے اب مل کے مجھے، غیر کا ہوتا ہے گماں
ایک ناکام تمنّا دلِ مضطر میں لیے
تم سے ملنے کو بہت دور سے آیا ہوں یہاں
بعد مدت کے ہوا آج مجھے ذوقِ سجود
کعبۂ دل سے بھی آتی ہے محبت کی اذاں
جذبۂ ذوق و جنوں میں کہیں آئے نہ کمی
آ بھی جاؤ کہ ابھی میں بھی جواں، تم بھی جواں

پی گیا

ساری متاعِ ساقیِ گلفام پی گیا
یعنی کہ میکدہ میں، میں اک جام پی گیا

مے تھی تری، کہ آتشِ رنگیں کا جام تھا
برق و شرارِ شعلۂ گلفام پی گیا

ساقی گواہ رہنا، سرِ میکدہ کوئی
کر کے متاعِ عقل کو نیلام پی گیا

دنیا کی کم نگاہی سے گھبرا کے آج پھر
ساقی کی ہر نگاہ پہ اک جام پی گیا

ساقی نے مستیوں میں لنڈھائی تمام رات
پائی جو مفت شیخ نے، بے دام پی گیا

مستی تھی، بے خودی تھی، نشہ تھا کہ کیف تھا
اتنا خیال ہے کہ میں خود کام پی گیا

اک حسنِ پردہ دار نے لوٹا مجھے ذکیؔ
اک اجنبی کے ہاتھ سے میں جام پی گیا

واردات

کیا پوچھتے ہو کیا مرے دل پر گزر گئی — جب ان کی چشم نازِ حسیں وار کر گئی

دو دل کی دھڑکنوں کا یہ انجام دیکھیے — ہر فتنہ گر کے کان تک اپنی خبر گئی

آئے، مگر وہ پاس سے ہو کر گزر گئے — دیکھا کیے ہم ان کو جہاں تک نظر گئی

گل تو خزاں کی گرم ہوا میں کھلا رہا — لیکن کلی کے چہرہ کی رنگت اُتر گئی

اے حسن تیرے حسنِ توجہ کا شکریہ — ہر ہر قدم پہ آج محبت سنور گئی

بے ربطگیٔ ہوش و خرد پر ہمیں ہے ناز — ہر امتحاں کے وقت یہی کام کر گئی

ساقی یہ تیرے جام و صراحی کو کیا ہوا؟ — شیشہ میں جو پری تھی، بتا وہ کدھر گئی

گو ہم ہمیشہ کشتۂ ظلم و ستم رہے — پھر بھی تری ہوس نہ او بیداد گر گئی

شکوہ مجھے فلک سے، نہ قسمت سے ہے گلہ — ہم پھر ملیں گے، لاکھ قیامت گزر گئی

کچھ اتنا تیز قافلۂ زندگی چلا

حیران ہو کے گردشِ دوراں ٹھہر گئی

محبّت

محبت، نام ہے تو زندگی کا　　ذریعہ ہے خدا کی آگہی کا
ترے ہی دم سے وابستہ ہر اک غم　　تجھی سے نام زندہ ہر خوشی کا
ترے آداب دنیا سے نرالے　　کیا شاہوں نے سجدہ بندگی کا
کبھی تو طور پر جلوہ دکھایا　　کبھی فتنہ بنایا سامری کا
ترے ہی راز داں فرہاد و شیریں　　ترے ہی دم سے رتبہ عاشقی کا
تری آواز، آواز انا لحق　　تو ہی نغمہ ہے صوت سرمدی کا
کبھی میخانہ میں ساغر اچھالے　　سبق رندوں کو دیکر مے کشی کا
کہیں فرقت میں تڑپائے کسی کو　　کہیں دے وصل میں ساغر خوشی کا
کبھی کافر صنم کو ساتھ لے کر　　حواس و ہوش لوٹے آدمی کا
کبھی تو توڑ کر پندار واعظ　　مٹائے ڈھونگ سارا واعظی کا
تری ہے خاکِ پا معراج ہستی　　ترا نقشِ قدم رہبر خودی کا

تری رنگینیاں، اللہ اکبر　　گمر دامن نہ چھوٹا سادگی کا
گل و بلبل نے سیکھے تیرے آئیں　　ترا خاکہ، دل سادہ کلی کا
ترا ہی ساز مطرب کا ترنّم　　ترا ہی راگ حاصل شاعری کا
تری ہی ذات ہے جس سے خرد نے　　کیا اظہار اپنی عاجزی کا

ترے تابع ہیں سورج، چاند، تارے
جہاں محتاج تیری روشنی کا

معذرت

کوئی کہہ دے، نہ مجھ سے پیار کریں ۔۔۔ مجھ پہ ہرگز نہ اعتبار کریں
میں مسافر ہوں، دور جانا ہے ۔۔۔ آپ میرا نہ انتظار کریں
دل میں طاقت نہیں محبت کی ۔۔۔ دل کو میرے نہ بے قرار کریں
کر چکا، جو دفائیں کرنا تھیں ۔۔۔ آپ مجھ کو نہ شرمسار کریں
دلِ دیوانہ کو قرار کہاں ؟ ۔۔۔ آپ خود کو نہ بے قرار کریں
میں تو دیوانہ ہوں، مرا کیا ہے ۔۔۔ میری خاطر نہ دل فگار کریں

یاد آتے تو ہوں گے

کبھی ہم ان کو یاد آتے تو ہوں گے
کیے پر اپنے پچھتاتے تو ہوں گے

ہماری ناز برداری کا عالم
کسی پر ناز فرماتے تو ہوں گے

نگاہ و دل کی ہر محفل کے اندر
کسی شے کی کمی پاتے تو ہوں گے

ملا ہوگا، کہاں ہم راز کوئی!
وہ ہر خلوت میں گھبراتے تو ہوں گے

محبت کی فسوں کاری کے صدقے
خیالوں میں بہک جاتے تو ہوں گے

کبھی تصویر سینہ سے لگا کر
وہ اپنے دل کو بہلاتے تو ہوں گے

کبھی تنہائیوں میں چپکے چپکے
ادھورے گیت وہ گاتے تو ہوں گے

وہ ماضی کے جنونِ نارسا پر
کبھی خود بھی تڑپ جاتے تو ہوں گے

کہاں تک دل سے باتیں کر سکیں گے
فریبِ زندگی کھاتے تو ہوں گے

جہانِ شوق کی بیتابیوں میں
ذکی وہ دل کو سمجھاتے تو ہوں گے

کتنے بھولے، کتنے پیارے

کتنے بھولے، کتنے پیارے　　کون نہ تم پر جان کو وارے
مان گئے، ہاں، مان گئے ہم　　تم ہی جیتے، ہم ہی ہارے
اور ہمارے پاس بچا کیا　　جان و دل تو تم پر وارے
بھول نہ جانا وعدہ اپنا　　تم ہو ہمارے، ہم ہیں تمھارے
صاف کہو جو کچھ کہنا ہے　　کیسے کنائے، کیسے اشارے
کس میں دم ہے ان کو روکے　　چڑھتا دریا، گرتے دھارے
آ بھی جاؤ، رات ہے آخر　　جھلمل جھلمل ہوتے تارے
ہائے رے ظالم سوزِ تمنّا　　دل پر جیسے چلتے آرے
چاندنی راتیں تن کو جلائیں　　من کو کڑھائیں مست نظارے
ہجر کی یہ سنسان سی راتیں　　پھرتے در در مارے مارے
کوئی نہیں ہمدرد ہمارا　　دشمن ہو گئے اپنے سارے

عشق کی بازی، ایسی بازی   جتنا جیتے، اتنا ہارے
تم کو قسم ہے اب تو سن لو   کوئی کہاں تک تم کو پکارے
دل کی دھڑکن بڑھتی جائے   آؤ آؤ، پاس ہمارے
کیسی دنیا، کیسی عقبیٰ   ہم نے تم پر سب ہیں وارے
جاتے جاتے اتنا بتا دو   عمر کٹے گی کس کے سہارے

دیکھو ذکیؔ کی حالت کیا ہے
چین نہ آئے درد کے مارے

شکایت نہ پوچھئے

اب آپ مجھ سے میری شکایت نہ پوچھئے
یعنی کہ وجہ ترکِ محبت نہ پوچھئے

ڈھونڈا تھا آپ کو تو پرستش کے واسطے
کتنی ہوئی ہے دل کو ندامت نہ پوچھئے

دل ناتواں ہے صبر و تحمل نہ کر سکے
یوں مسکرا کے حالِ طبیعت نہ پوچھئے

مقصد یہ ہے کہ زخم کبھی مندمل نہ ہوں
بھولی ہوئی سی کوئی شکایت نہ پوچھئے

کس کو خوشی سے ترکِ تعلق قبول تھا
دنیائے فتنہ جو کی خباثت نہ پوچھئے

اف! ابتدائے عشق میں اس دل کو عقل نے
کس کس طرح سے کی تھی نصیحت، نہ پوچھیے
افشائے رازِ عشق سے بہتر ہیں تہمتیں
للہ آپ مجھ سے حقیقت نہ پوچھیے

سال گرہ پر

خوشی نہیں، مجھے اس بات کا بہت غم ہے
کہ ایک سال مری زندگی کا اور گیا

حضور کو کچھ تو یاد ہوگا!!

وہ اپنے وعدے، وہ عہد و پیماں، حضور کو کچھ تو یاد ہوگا
وہ خود بخود عرضِ شوقِ پنہاں، حضور کو کچھ تو یاد ہوگا

عجیب سرشارِ زندگی تھی، گھڑی گھڑی اک نئی خوشی تھی
وہ میری دل بستگی کے ساماں، حضور کو کچھ تو یاد ہوگا

نظر سے جب بھی نظر ملائی، تو دل پہ بجلی سی اک گرائی
جو اِن میں پنہاں تھے طوفاں، حضور کو کچھ تو یاد ہوگا

کبھی وہ مستی میں آ بہکنا، کبھی چہکنا، کبھی لہکنا
نئی امنگیں، نئے وہ ارماں، حضور کو کچھ تو یاد ہوگا

وہ باغ آموں کا، وہ گھٹائیں، پپیہے کوئل کی وہ صدائیں
کبھی [illegible]، حضور کو کچھ تو یاد ہوگا

طرح طرح سے ہمیں لبھانا، خلوص و صدق و صفا جتانا
کبھی کسی پر تھے آپ نازاں حضور کو کچھ تو یاد ہوگا
ذکی کو دیکھا اگر پریشاں، تو آپ خود بھی ہوئے ہراساں
وہ عہدِ رفتہ، وہ عہد و پیماں حضور کو کچھ تو یاد ہوگا

الجھنیں

کیا ہوئے آپ کے وہ وعدہ و اقرار تمام
آپ کا ہم سے یہ اندازِ محبت کیا ہے

ایسی الجھی ہوئی باتوں سے بھلا کیا حاصل
خود ہی فرمائیں کہ ان باتوں میں ندرت کیا ہے

کچھ نئے آپ نہیں، خوب سمجھتے ہیں ہم
دو گھڑی آنے میں اب آپ کو زحمت کیا ہے

جام گردش میں جب آئے تو کہاں صبر و قرار
ہم بلا نوشوں کو جذبات پہ قدرت کیا ہے

چھوڑیں اس سب کو، بس اتنا ہی بتائیں ہم کو
آپ کی نظروں میں جذبات کی قیمت کیا ہے
دل نہ چاہے، تو پھر اخلاق برتنا کیسا
آپ کو آنے کی بے کار ضرورت کیا ہے

انتظار

کس قیامت کا انتظار ہے آج قلب بے چین، بے قرار ہے آج
تیرا دیوانہ، دل فگار ہے آج کتنا افسردہ تیرا پیار ہے آج

ایک محشر بپا ہے سینے میں ایک طوفاں ہے آبگینے میں
ایک گرداب ہے سفینے میں موت کا سا مزہ ہے جینے میں

شب نے گیسوئے سیہ سنوارے ہیں چاند ہے، چاندنی ہے، تارے ہیں
کتنے پُرکیف یہ نظارے ہیں میرے دل میں مگر شرارے ہیں

آرزو نے محل سجائے ہیں کیسے کیسے خیال آئے ہیں
پھر تصوّر نے ظلم ڈھائے ہیں کتنے ارمان دل پہ چھائے ہیں

تو نہ آیا، نہ نیند ہی آئی   درد لیتا ہے دل میں انگڑائی
کھائے جاتی ہے دل کو تنہائی   کس طرح سے ملے شکیبائی

اب نہ شیشہ ہے اور نہ پیمانہ   مے سے خالی پڑا ہے میخانہ
ہے پریشان تیرا دیوانہ   ساقیا لطف سوئے کاشانہ

جلد آجا کہ رات جاتی ہے   شمع محفل کی ٹمٹماتی ہے
ساتھ امید بھی چھڑاتی ہے   یاد تیری بہت ستاتی ہے

دونوں مل کر خوشی منائیں پھر   کیف و مستی میں جھوم جائیں پھر
سازِ ہستی پہ گیت گائیں پھر   تشنگی قلب کی بجھائیں پھر

زندگی سوز و ساز بن جائے
حسن رنگیں کا راز بن جائے

حسنِ خودبیں

حسن والے! تری دنیا کے عجب ہیں آئیں
لوٹ کر ہوش و خرد، صبر کی دیتے تلقیں
ہائے کس طرح سے روکوں دلِ دیوانہ کو میں
پھول چن چن کے لیے جاتا ہے سارے گلچیں
بلبلیں عشقِ گل و لالۂ رنگیں چھوڑیں
بانکپن آ کے جو دیکھیں کہیں تیرا نسریں
شوخ طنّاز، ترے رُخ پہ یہ آنچل کیسا؟
آ اِدھر پونچھ بھی دوں، میں عرق آلود جبیں

ہاتھ اٹھائے، تو خدا سے تھا تجھی کو مانگا
دل نے ہر بار کہا تھا رو کے، آ میں آ میں
تجھ کو آنا ہے، تو آجا ابھی اے جانِ بہار
کل کے وعدہ کا مرے دل کو کب آتا ہے یقیں
سب بجا ہے، مگر اتنا تو بتایا ہوتا
دلِ بیمار کو کس طرح سے ہوگی تسکیں
چشمِ میگوں ہے تری شوخ سراسر فتنہ
زلفِ مشکیں ہے تری رہزنِ ہوش و تمکیں

تو نہ ہو گر، تو ہو فردوس بھی دوزخ مجھ کو
تو جو آجائے خزاں بھی ہو بہارِ رنگیں
کون کہتا ہے؟ محبت ہے سراسر دھوکا
کون کہتا ہے کہ الفت بھی ہے جرم سنگیں
تو جو مل جائے تو دو عالم مجھے مل جائیں گے
تو جو آجائے تو پھر کیا مری قسمت میں نہیں

اپنے کردار پہ دم بھر کے لیے غور تو کر
تیری الفت بھی ہے ظالم تری نفرت کے قریں
ہائے فرہاد! عبث جان بھی دینا کیسا؟
جان کو دے کے بھی کب تجھ کو ملی ہے شیریں
اے ذکیؔ تیرے ان اشعار کی قیمت تجھ کو
کچھ نہ دے گا، بجز اک طعن کے یہ حسن خود بیں

محبت سے آشنا ہوتی

او، اپنے حسن و جوانی کو بیچنے والی
تو کاش عفت و عصمت سے آشنا ہوتی
یہ چند سکوں کے بدلے گناہ بے لذت
تو کاش حسن کی عظمت سے آشنا ہوتی
او جھوٹی شان کی دلدادہ، او شکارِ ہوس
تو کاش سوزِ محبت سے آشنا ہوتی
او شمع محفلِ رنگیں، او رونقِ جلوت
تو کاش عشق کی خلوت سے آشنا ہوتی
تلاشِ عیش و طرب میں ہوئی ہے دیوانی
تو کاش کیف محبت سے آشنا ہوتی
فریب کھاتی ہے تو ظاہری نمائش کا
تو کاش چشم حقیقت سے آشنا ہوتی

تو عینِ وصل میں بھی، وصل کی خوشی سے دور
تو کاش سچی مسرّت سے آشنا ہوتی
تو ناز کر، یہ سراپا نیاز کیا معنی؟
تو کاش اپنی ہی سطوت سے آشنا ہوتی
ہے تیرے سامنے کیا چیز دولتِ دنیا
تو کاش اپنی ہی دولت سے آشنا ہوتی
بنا لے حسن سے اپنے نیا جہاں کوئی
تو کاش حسن کی وسعت سے آشنا ہوتی
لٹا رہی ہے یہ کیوں بے بہا خزانے کو
تو کاش اپنی ہی عزّت سے آشنا ہوتی
کرے گی جسم کی آخر تجارتیں کب تک؟
رہیں گی تیری یہ بدنام عادتیں کب تک؟

امل حمید

عید آئی نئی خوشی لے کر
غنچہ و گل کی تازگی لے کر
نو شگفتہ بہار رنگیں کے
جلوۂ ناز دلبری لے کر
آسماں پر گھٹائیں چھائی ہیں
ساغرِ بادۂ خوشی لے کر
عشق کی خواب گاہ رنگیں میں
حُسن کا ساز سرمدی لے کر
تشنہ کامانِ بزم دل کے لئے
رتبہ ہائے قلندری لے کر
قلبِ مضطر کی خستہ حالی میں
تیری یادوں کی دلکشی لے کر

پیامِ محبّت

مری محبّت بھلا کے بیٹھو، کہیں بھی دامن بچا کے بیٹھو
مری نظر سے کہاں چھپو گے، ہزار پردوں میں جا کے بیٹھو

قرار و پیماں کہاں گئے وہ؟ جنوں کے ساماں کہاں گئے وہ؟
دلوں کے ارماں کہاں گئے وہ؟ نہ یوں نگاہیں چرا کے بیٹھو

بہار آئی ہے، سرخوشی ہے، شراب ہے، وقت میکشی ہے
پیو پلاؤ یہ زندگی ہے، نہ سر کو غم میں جھکا کے بیٹھو

سحر سے ہی دل دھڑک رہا ہے، ہر ایک دھڑکن میں یہ صدا ہے
یہ موسمِ گل، یہ ابرِ باراں، کسی کو اپنا بنا کے بیٹھو

ذکیؔ کا ایسا لگے گا تم کو، یہ ہم نہ مانیں گے لاکھ کہہ لو
ہزار در در لگا دو پھیرے، ہزار دھونی رما کے بیٹھو

مجرم کی واپسی

کیا ذکی سے ہے محبت تم کو؟ یا ہے تفریح کی عادت تم کو؟
کس طرح کی یہ شناسائی ہے؟ کس لیے انجمن آرائی ہے؟
اس قدر ان سے محبت کیوں ہے؟ اس قدر ان پہ عنایت کیوں ہے؟
ان کو سمجھا نہیں تم نے شاید! ان کو پرکھا نہیں تم نے شاید!
سیدھا سادا انھیں شاید سمجھیں بھولا بھالا انھیں شاید سمجھیں
اس طرح سے انھیں جانا کب سے؟ اپنا سب کچھ انھیں مانا کب سے؟

ہم بھی اپنا انھیں سمجھے تھے کبھی جھوٹے سپنے تھے جو دیکھے تھے کبھی
کبھی ہم سے تھی محبت ان کو اب بہ ظاہر تو ہے نفرت انکو
بن کے شاعر ہیں خیالات میں گم یا تصوّر کے طلسمات میں گم

وہ سمجھتے نہیں دنیا کیا ہے! نام کیا چیز ہے، پیسہ کیا ہے
ہر برے کو وہ بھلا کہتے ہیں ہر بھلے کو وہ برا کہتے ہیں
عشق کا نام بہت لیتے ہیں جھوٹ سے کام بہت لیتے ہیں
ان کے وعدوں کا بھروسا کیا ہے ان کی باتوں کا بھروسا کیا ہے
دوست دشمن ہیں برابر ان کو جھوٹے اخلاق ہیں باور ان کو
میری خودداری نے کھویا آخر خوب دل بعد میں رویا آخر
یہی بہتر ہے تم ان کو چھوڑو رشتے الفت کے سب ان سے توڑو

تاکہ کچھ وہ بھی پریشاں ہولیں بے وفائی پہ پشیماں ہولیں
کچھ محبت کا سلیقا آئے عشق کا کوئی قرینا آئے
حسن کے ناز و ادا کو جانیں عشق کے پاس وفا کو جانیں
حسن کی عزت و حرمت سمجھیں عشق کا طرز عقیدت سمجھیں
زندگی کے وہ معانی سمجھیں قیس و لیلیٰ کی کہانی سمجھیں

کچھ وسیع النظری پیدا ہو   اک حیات ابدی پیدا ہو
زیست پر جس سے نکھار آجائے   عشق پر جس سے بہار آجائے
کچھ مری یاد بھی آئے ان کو   کبھی یوں راہ پہ لائے ان کو

مختصر تھا یہی کہنا تم سے   قطع کر دو یہ تعلق ان سے
میں تو مجبور رہوں اپنے دل سے   میں تو معذور رہوں اپنے دل سے
میری دنیا کا سہارا ہیں وہی   میری کشتی کا کنارا ہیں وہی
کچھ بھی ہو، وہ نہ تمہارے ہونگے   وہ بہر حال ہمارے ہونگے

میرا مجرم مجھے واپس کر دو !!
میرا حاکم مجھے واپس کر دو !!

بھول گئے

خود اپنے لطف و عنایت کو آپ بھول گئے
ہزار حیف! محبت کو آپ بھول گئے

بھروسا کر لیا ان ظاہری سہاروں پر
رموزِ چشمِ حقیقت کو آپ بھول گئے

بہت خیال رہا، دوستوں، رفیقوں کا
مگر ہماری رفاقت کو آپ بھول گئے

یہ کیا ہوا کہ فراموش کر دیا مجھ کو
تمام حرف و حکایت کو آپ بھول گئے

وہ دورِ عشق کی سرمستیاں، ارے توبہ
ہر ایک طرفہ شرارت کو آپ بھول گئے

نیا زمانہ

نیا دور آیا ہے یہ زندگی کا　　کہ اب حسن قائل نہیں عاشقی کا
محبّت میں بھی ہیں سیاست کے پہلو　　کہ دل سے نہیں ہے کوئی اب کسی کا
ادا، ناز و انداز، شکوے شکایت　　محبّت، کرم، ڈھونگ سوداگری کا
وہ تھا اک زمانہ کہ تھی دل کی قیمت　　مگر ان دنوں کون ہے اب کسی کا
قسم آپ کی میں نے تشنہ لبی میں　　گرایا نہ معیار تشنہ لبی کا
دلِ مبتلا کو ستانے سے حاصل　　کہ ایسا بھی کیا زعم ہے صاحبی کا
ذکی اس جوانی میں کیا پارسائی
اٹھو بھی کہ موسم ہے بادہ کشی کا

دھڑکنیں

مژدہ اے دل کہ دھڑکنیں تیری　　سر جبینانِ ناز تک پہنچیں
دل میں بس کے کسی پری وش کے　　محرمِ سوز و ساز تک پہنچیں
رند مشرب کے چھوڑ دیئے قصے　　زاہدِ پاک باز تک پہنچیں
ایک شاعر کے قلب سے نکلیں　　ایک قلبِ گداز تک پہنچیں
کبھی مطرب کے نغمہ و نے میں　　کبھی آہنگ ساز تک پہنچیں
اہلِ دنیا کا ذکر ہی کیا ہے　　اہلِ دل کی نماز تک پہنچیں
آخرش بڑھ کے کوئے یار آئیں　　اس بتِ بے نیاز تک پہنچیں
لے کے سارے تاثرات مرے　　ان سے عرضِ نیاز تک پہنچیں
جن کے ماتھے کی خود نما شکنیں　　بے نیازی سے ناز تک پہنچیں

جن کی زلفیں خود آج اڑ اڑ کے
میرے دستِ دراز تک پہنچیں

ہاتھ کی لکیریں

جو لکیریں، تمھارے ہاتھ میں ہیں
ان میں تقدیر میری پنہاں ہے
رازِ الفت، جو تم چھپاتے ہو
ان لکیروں میں وہ نمایاں ہے

البم میں تصویریں رہیں

کس قدر ناکام یارب اپنی تقدیریں رہیں
کوششیں سب اک طرف، برباد تدبیریں رہیں
لاکھ روکا آپ کو، لیکن نتیجہ یہ ہوا
آپ رخصت ہو گئے، البم میں تصویریں رہیں

کمیونزم

ظاہر میں کمیونزم بہت خوب ہے لیکن
در پردہ مگر اس کے مظالم بھی نہیں کم
آزادیٔ گفتار نہ آزادیٔ کردار
ہر پارٹی لیڈر ہے، بنا ہٹلرِ اعظم

رفیقۂ حیات کے نام ایک خط میں

زندگی میری! کیوں اداس ہو تم
میری فرقت میں بدحواس ہو تم
لاکھ دوری سہی، مگر پھر بھی
میرے دل میں ہو، میرے پاس ہو تم

شرارِ زندگی

کبھی نا آشنا تھا میں بھی رازِ زندگانی سے
محبت سے، خلش سے، درد سے، سوزِ نہانی سے
ادا و ناز و غمزہ جب یہ سب مہمل سی باتیں تھیں
بہت چڑھتا تھا دل میرا محبت کی کہانی سے
مرا سینہ نہ جلتا تھا، نہ یوں تاریک تھی دنیا
مری آنکھیں ابلتی تھیں نہ اشکوں کی روانی سے
بھری برسات میں جیسے طبیعت سُست رہتی تھی
دھڑکتا تھا مرا دل آبشاروں کی روانی سے
حقیقت اپنے دل کی مجھ پہ ظاہر ہو نہ پائی تھی
یقیں جانو نہ تھا واقف ابھی نامِ جوانی سے
کہ بڑھ کر اک حسیں نے سوز و سازِ عاشقی بخشا
دھڑکتا دل دیا مجھ کو شرارِ زندگی بخشا

(نذرِ غالبؔ)

اب تو امید ستم ہے، نہ کرم ہے ہم کو
پھر خدا جانے یہ کیوں فکر و الم ہے ہم کو

قلبِ تاریک کی تاریکیاں بڑھتی ہی رہیں
تیرے جلووں کی فراموشی کا غم ہے ہم کو

ہم نے خود ہی تو کیا ترکِ تعلق ان سے
جانے کیوں ان سے بچھڑنے کا الم ہے ہم کو

کوئی پامال جو کرتا ہے، تو کرتا ہی رہے
سر اٹھائیں گے نہ ہم، سر کی قسم ہے ہم کو

ساقیا جام میں مے ہے کہ لہو کی بوندیں
تیری الفت کا یہ جھوٹا ہی بھرم ہے ہم کو

یہ عجب بات ہے، جن کے لیے بے چین تھے ہم
ان کے ملنے کی مسرت ہے، نہ غم ہے ہم کو

لوگ کس طرح سے ہو آئے ہیں کوچہ سے ترے
جان لیوا جہاں ہر ایک قدم ہے ہم کو

ہاں پلانا ہے تو جی بھر کے پلا دے ساقی
گھونٹ، دو گھونٹ تو زہر آبۂ سم ہے ہم کو

تا دمِ مرگ کہاں جائیں گے کوچہ سے ترے
اے ستم کوش کہاں طاقتِ رم ہے ہم کو

تیری زلفوں کی گھنی چھاؤں پہ دم دیتے ہیں
تیری پلکوں کی انی تیغِ دو دم ہے ہم کو

کھل گئے ہم پہ یہیں جملہ جہانِ اسرار
رشکِ فردوسِ بریں کوئے صنم ہے ہم کو

بزمِ غالبؔ میں نہ کیوں آج سنائیں اشعار
روحِ غالبؔ سے ذکیؔ فیضِ اتم ہے ہم کو

فکرِ معاش لائی ہے مجھ کو وطن سے دور
صحنِ چمن سے دور، تری انجمن سے دور

الجھی تھیں جب نسیم سے کلیاں، خبر نہ تھی
پہنچے گی بوئے ناز مرے پیرہن سے دور

حاصل نہ ہوگا دل کی لگی سے کہیں فراغ
چاہے ترے چمن میں رہوں یا چمن سے دور

پھر آج بڑھ چلی ہیں مرے دل کی دھڑکنیں
شاید نہیں ہوں اب میں تری انجمن سے دور

ہر گام پر بچھائے ہیں رنگ و بو کے دام
جاؤں کہاں میں اس بتِ گل پیرہن سے دور

ہم پہلوئے نشاطِ محبت رہے ذکی
لیکن گئے نہ سرحدِ رنج و محن سے دور

دیوانگیٔ شوق میں جو بات ہو گئی — تا عمر زندگی کی وہ سوغات ہو گئی

ہر چند اس کو میری محبت سے تھا گریز — پر کیا کرے کہ دل کی کوئی بات ہو گئی

اے عقل ساتھ رہ کہ ملے دل کو راہِ شوق — تسکین دل تو نذر طلسمات ہو گئی

ہم کو ہے ناز اپنے طلسمِ خیال پر — اچھا ہوا کہ ترکِ ملاقات ہو گئی

او جانے والے لوٹ کے صبر و قرار دل — ہم خوش ہیں کارگر تری ہر گھات ہو گئی

فرصت کہاں کہ کوئی کرے جستجوئے شوق — یہ عمر تو اسیرِ روایات ہو گئی

قلب جنوں نواز کا عالم نہ پوچھیے — دم بھر کے واسطے جو ملاقات ہو گئی

وہ آ گئے تو چین کہاں اور کہاں قرار — تسکین نذر شدتِ جذبات ہو گئی

اس کی نگاہ ناز پہ کیا کیا گماں نہ تھا — آخر تمام شرح اشارات ہو گئی

ظلم و ستم کو آپ کہاں تک چھپائیں گے — روشن جہاں پہ پستیٔ حالات ہو گئی

حد ہو چکی کسی کے ذکیؔ انتظار کی
سو جائیے کہ اب تو بہت رات ہو گئی

دیوانگیِ دل کو سہارے بھی ملے ہیں
غیروں میں ہمیں جان سے پیارے بھی ملے ہیں

برسائے ہیں پتھر جو زمانے نے تو کیا غم
افسوس کہ کچھ پھول تمھارے بھی ملے ہیں

ظاہر میں تجاہل نہ لگاوٹ نہ محبت
در پردہ مگر شوخ اشارے بھی ملے ہیں

مانا کہ جہاں آپ کا گرویدہ ہے سارا
کچھ لوگ مگر ان میں ہمارے بھی ملے ہیں

ہر چند کہ ناکام رہے سعی و عمل میں
پر جہل تو کچھ علم کے تارے بھی ملے ہیں

چاہا نہ انھوں نے کبھی ساحل پہ ٹھہرنا
ورنہ انھیں موجوں کو کنارے بھی ملے ہیں

کچھ لوگ ترے لطف و عنایات سے خوشتر
کچھ لوگ ترے ظلم کے مارے بھی ملے ہیں

ہر چند کہ تاریک تھیں سنسان تھیں راہیں
پر ان میں ہمیں چاند ستارے بھی ملے ہیں

ظاہر میں محبت کے طلسمات کا عالم
در پردہ مگر اور اشارے بھی ملے ہیں

اک آگ بھڑک اٹھی بدن میں مرے ساقی
شاید مے رنگیں میں شرارے بھی ملے ہیں

مانا کہ ذکی حسن قرارِ دل و جاں ہے
چلتے ہوئے دل پر کہ آرے بھی ملے ہیں

آسماں سے شبِ تاریک ستارا ٹوٹا　　آئی آواز۔ ارے! دل یہ ہمارا ٹوٹا
میں نہ کہتا تھا کہ نازک ہے بہت دل میرا　　پھیر لی آنکھ جو تو نے، تو سہارا ٹوٹا
وائے ناکامیٔ قسمت کہ بھنور سے بچ کر　　لبِ ساحل پہ جو آئے، تو کنارا ٹوٹا
جانے کیا بات ہے! پہلی سی وہ جھنکار نہیں　　دل یہ کہتا ہے۔ کہیں ساز ہمارا ٹوٹا
اپنے بیگانے ہوئے، تم ہوئے مجھ سے بدظن　　زندگی کا مری ہر ایک سہارا ٹوٹا
ہم بلا نوش ہیں، ہم سے کہاں ساغر چھوٹے　　چھوڑ دے، چھوڑ دے، ظالم، یہ خدارا ٹوٹا

اے ذکیؔ جس کے سہارے تھی نوا پردازی
ساز دل کا وہی اک تار ہمارا ٹوٹا

قلبِ دیوانہ کا الزام، مجھے یاد نہیں   اب کوئی حسرتِ ناکام، مجھے یاد نہیں

وہ تری زلف کا سایا ہو کہ آغوش ترا   مل گیا ہو کبھی آرام، مجھے یاد نہیں

جس کے سنتے ہی، مری جان پہ بن جاتی تھی   ہوگا، ہوگا وہ کوئی نام، مجھے یاد نہیں

مہکی مہکی سی وہ گلشن کی فضائے رنگیں   بہکی بہکی سحر و شام، مجھے یاد نہیں

یاد اتنا ہے کہ میں ہوش گنوا بیٹھا تھا   چھٹ گیا ہاتھ سے کب جام، مجھے یاد نہیں

میری دنیا تو نہیں اور رہی دنیا ہوگی   لٹنے بدست در و بام مجھے یاد نہیں

اے ذکیؔ دورِ محبت کی جنوں کاری میں
شاعری بن گئی الہام، مجھے یاد نہیں

ترے ناز و ادا کو تیرے دیوانے سمجھتے ہیں
حقیقت شمع کی کیا ہے، یہ پروانے سمجھتے ہیں

مکمل وارداتیں ہیں، مرے گزرے زمانے کی
حقائق سے جو ناواقف ہیں افسانے سمجھتے ہیں

جنوں کے کیف و کم سے آگہی تجھ کو نہیں ناصح
گزرتی ہے جو دیوانوں پہ دیوانے سمجھتے ہیں

نہ کچھ اہلِ جنوں سمجھے، نہ کچھ اہلِ خرد سمجھے
رموزِ زندگی کچھ پھر بھی مستانے سمجھتے ہیں

ذکیؔ اپنوں نے تو ہم کو ہمیشہ ہی ستایا ہے
حقیقت کچھ ہماری پھر بھی بیگانے سمجھتے ہیں

اب تو ہر نامہ و پیغام سے جی ڈرتا ہے
یعنی اپنے دلِ ناکام سے جی ڈرتا ہے

دل دھڑکتا ہے شب و روز قیامت کی طرح
رات دن گردشِ ایام سے جی ڈرتا ہے

وہ گئے دن کہ لٹا دی تھی جوانی میں نے
آپ کیا، آپکے اب نام سے جی ڈرتا ہے

فتنہ پرداز کوئی فتنہ نہ پیدا کر لیں
ایسے ناکاموں کے الزام سے جی ڈرتا ہے

غم تو غم اب تو خوشی کی بھی تمنّا نہ رہی
قلبِ بے کیف کے انجام سے جی ڈرتا ہے

اے ذکیؔ چل کے کہیں دور بہت دور رہیں
اب تعلق کے ہر اک نام سے جی ڈرتا ہے

ساغر و جام کو چھلکاؤ کہ کچھ رات کٹے
جام سے جام کو ٹکراؤ کہ کچھ رات کٹے

کھائے جاتی ہے یہ تنہائی، یہ تاریکیٔ شب
دو گھڑی کے لیے آ جاؤ کہ کچھ رات کٹے

چپ تمھاری مجھے دیوانہ بنا دیتی ہے
آج للّٰہ نہ شرماؤ کہ کچھ رات کٹے

ہاں، یہ وعدہ رہا، اب پھر نہیں روکیں گے کبھی
آج کچھ دیر ٹھہر جاؤ کہ کچھ رات کٹے

اے ذکی ہجر کی راتیں نہیں کاٹے کٹتیں
کوئی اچھی سی غزل گاؤ کہ کچھ رات کٹے

یہ رات یوں ہی بسر ہو گئی، تو کیا ہوگا
ترے بغیر سحر ہو گئی، تو کیا ہوگا

چھپا رہا ہوں ہر اک سے جگر کے زخموں کو
کہیں کسی کو خبر ہو گئی، تو کیا ہوگا

بڑے نصیب سے پائی ہے زندگی میں نے
اگر جنوں کی نظر ہو گئی، تو کیا ہوگا

نہ جانے کیوں مرا دہ رہ کے دل دھڑکتا ہے
نگاہِ لطف اِدھر ہو گئی، تو کیا ہوگا

نہ دل رہا، نہ جوانی، نہ ولولے، نہ جنوں
کسی کی مجھ پہ نظر ہو گئی، تو کیا ہوگا

جب سے وہ چشمِ التفات گئی   رونقِ بزمِ کائنات گئی

پھر تصور نے مشکل آساں کی   یاد میں تیری ساری رات گئی

اب وہ وارفتگیٔ شوق کہاں   ساری سرمستیٔ حیات گئی

کھل گئے آخرش وہ باتوں میں   اب وہ بزمِ تکلفات گئی

حسن نے خودسپردگی بخشی   کاوشِ عشق تیری گھات گئی

کوئی قائل نہیں محبت کا   آخرش عشقِ بتاں کی بات گئی

حسن کی پھر بدل گئیں نظریں   پھر دلِ مبتلا کی بات گئی

جو تھا کہنا ذکیؔ کو کہہ نہ سکے

باتوں باتوں میں ساری رات گئی

لے چلا دل کشاں کشاں، دیکھو پھر نہ جانے کہاں کہاں، دیکھو
ناز کر لو، مگر نہ اتنا بھی سر جھکائے ہے آسماں، دیکھو
میری بربادیوں پہ ہنستے ہو خود جلا کے تو آشیاں دیکھو
وقت رخصت ہے، پھر ملیں نہ ملیں اک نظر بھر کے مہرباں دیکھو
لوگ کہتے ہیں "اعتبار نہیں" اب نہ لینا تم امتحاں دیکھو
میرے مرنے کا اک فسانہ بنا کس قدر ہے وہ بدگماں دیکھو
کام آیا نہ کوئی مشکل میں چل دیے سارے مہرباں دیکھو
کچھ ادب چاہیے ذکیؔ تم کو
یوں نہ تم سوئے مہوشاں دیکھو

آئی یہ کس کی یاد ہے عمرِ رواں لیے
یعنی کہ ایک بھولی ہوئی داستاں لیے

بڑھتے ہی جاتے ہیں سوئے منزل مرے قدم
دل راہبر ہے آرزوہائے جواں لیے

پوچھے کوئی یہ ان سے کہ کیا آپ کو ملا
بیٹھے ہیں جو کہ گردِ پسِ کارواں لیے

ان آبلوں کو پاؤں کے راس آئے خارزار
بڑھتے ہیں تیری راہ میں عزمِ جواں لیے

دم بھر کو ہے نہ چین، نہ پل بھر کو ہے قرار
نادان دل بتا تجھے جاؤں کہاں لیے

اللہ رے کمال محبت کی وسعتیں!
بیٹھے ہیں دل کے گوشہ میں کون و مکاں لیے

اپنی نہ کچھ خبر ہے، نہ دنیا کا کچھ پتہ
پھرتے ہیں دربدر کوئی خوابِ گراں لیے

کوئی اگر نہ سمجھے تو میرا قصور کیا؟
میرا ہر ایک شعر ہے اک داستاں لیے

پاسِ ادب ہے ورنہ یہ پوچھوں حضور سے
میری طرح رقیب کے بھی امتحاں لیے

اس دل کا اہل ہو، کوئی ایسا نہ مل سکا
پھرتے رہے جہاں میں متاعِ گراں لیے

یارانِ قافلہ سرِ منزل پہنچ گئے
بیٹھے رہے ہم اپنی ہی مجبوریاں لیے

اے حسن تیرے دم سے ہے رنگینیٔ حیات
تیرا وجود ہے کششِ دو جہاں لیے

کیا حشر ہو گا بلبلِ شوریدہ حال کا　　　　دامن میں اپنے پھولوں کو ہے باغباں لیے

غیروں کے مشوروں نے سرافراز کر دیا　　　　اس حسنِ بدگماں نے مرے امتحاں لیے

بے گانگی کی شان بہت خوب ہے مگر　　　　جاتے کہاں ہو؟ دل مرا اے مہرباں لیے

اپنے غم و الم کی رہی فکر کب ذکیؔ

ہنستے رہے جہاں میں غمِ دو جہاں لیے

عشق میں سوز تھا، گداز تو تھا　　زندگی کا کوئی جواز تو تھا
تم سے ملنے کی اک سبیل تو تھی　　دشمنی کا سہی مجاز تو تھا
مطربا، ہوگا اس طرف ہی کہیں　　ایک ٹوٹا ہوا سا ساز تو تھا
آپ ہی نے ادھر نہیں دیکھا　　ورنہ دامن مرا دراز تو تھا
اتنی تنہائی، بیدلی تو نہ تھی　　معرکہ دل کا دل نواز تو تھا

دل بہلتا تو تھا ذکیؔ اس میں
اک جنوں، ایک سوز و ساز تو تھا

سوچتا ہوں کہ ہونٹ سی لوں میں
شاید اس طرح اور جی لوں میں

زخم دل کے کچھ اور بڑھ جائیں
کیسے ہمدم ابھی سے سی لوں میں

لوٹتے ہیں جو آکے سینہ پر
ایسے سانپوں کو کیسے کیلوں میں

جن غموں نے کہ زندگی بخشی
ایسے غم دے کے کیا خوشی لوں میں

زہر ہو یا حرام، جو بھی ہو
تیری جھوٹی ملے تو پی لوں میں

اے ذکیؔ زندگی بری ہی سہی
وہ جو کہہ دیں تو اور جی لوں میں

یہ قسمتوں کی شکایت مجھے پسند نہیں
حضور آپ کی عادت مجھے پسند نہیں

دلوں کے کھیل میں اتنی بھی دل لگی کیسی
یہ شوخیاں، یہ شرارت مجھے پسند نہیں

تری جوان امنگوں کو ہو گیا ہے کیا
ڈری ڈری سی محبت مجھے پسند نہیں

یہ زندگی نہ جوا ہے، نہ کوئی قربانی
فقط خیال کی عظمت مجھے پسند نہیں

خوشی سے بھاگنے والے! خوشی نہیں دیکھی؟
غموں سے اتنی عقیدت مجھے پسند نہیں

خدا کے واسطے دو دن ہنسی خوشی رہیے
بجھی بجھی سی طبیعت مجھے پسند نہیں

غموں سے دور، خوشی کی بہار میں کھو جا
اداس حسن کی حالت مجھے پسند نہیں

نہ عقل ہے، نہ خودی ہے، نہ زندگی کا شعور
یہ راہبانہ طبیعت مجھے پسند نہیں

جو بات کہنی ہے للہ مختصر کہیے
یہ طولِ حرف و حکایت مجھے پسند نہیں

جہاں بھی بیٹھے خفا کر لیا زمانے کو
ذکی تمہاری طبیعت مجھے پسند نہیں

لائقِ اضطراب کیا دیں گے　　روز کے انقلاب کیا دیں گے
اپنی بربادی ، اپنی رسوائی　　اور خانہ خراب کیا دیں گے
آپ سے گر کوئی سوال کروں　　آپ مجھ کو جواب کیا دیں گے
داغ دل کے یہاں جو چھپ بھی گئے　　روزِ محشر حساب کیا دیں گے
خواب دیکھا، کہ آپ میرے ہیں　　آپ تعبیرِ خواب کیا دیں گے
دل کو اپنے اگر میں پیش کروں　　تو بتائیں جناب کیا دیں گے
چند ناکام حسرتوں کے سوا　　جشن ہائے شباب کیا دیں گے
دل یہ کہتا ہے، آپ میرے ہیں　　آپ دل کو جواب کیا دیں گے
تیری آنکھوں کی جس کو مستی ہو　　اس کو جامِ شراب کیا دیں گے

اے ذکیؔ ساتھ تیرے نغموں کا
یہ شکستہ رباب کیا دیں گے

جانے کس کا خیال آیا ہے بے پیے اک نشہ سا چھایا ہے
میں نے تنہائیوں کے لمحوں میں تم کو اکثر قریب پایا ہے
سارا ماحول جھوم جھوم اٹھا ہم نے وہ گیت آج گایا ہے
دوسروں کو فریب دے دے کر ہم نے خود بھی فریب کھایا ہے
بارہا بے خودی کے عالم میں خود کو کھویا ہے، تم کو پایا ہے
گو گناہ عظیم ہے ساقی زندگی کا مزا تو آیا ہے
اے ذکیؔ دل کی بیقراری میں
ہم کو اکثر قرار آیا ہے

زخم تھا کون، جو ہرا نہ ہوا — ظلم تھا کون، جو روا نہ ہوا
نیم بسمل کوئی، کوئی بے جاں — تیرا ناوک کبھی خطا نہ ہوا
لے لیا تونے امتحاں میرا — یہ بھی اچھّا ہوا، برا نہ ہوا
دل کو کیا کچھ تری تمنّا تھی — حیف صد حیف تو مرا نہ ہوا
کل کے وعدہ پہ جو ہوئے رخصت — آج تک ان کا سامنا نہ ہوا
حیف! وہ عقل، جو ہوس میں گئی — حیف! وہ دل، جو مبتلا نہ ہوا

حشر میں کب وہ مان جائیں گے
زندگی میں جو فیصلا نہ ہوا

اک روز تو ان کو بھی خبر ہو کے رہے گی
الفت مری باحال دگر ہو کے رہے گی

تقدیر کے یہ بل بھی نکل جائیں گے اک دن
یہ برہمئ زلف بھی سر ہو کے رہے گی

مایوس نہ ہو اتنا شبِ ہجر سے اے دل
تاریکئ شب نور سحر ہو کے رہے گی

مر جاؤں گا پھر بھی یونہی مٹنے کا نہیں میں
یہ خاک مری لعل و گہر ہو کے رہے گی

پھر ان کی نگاہوں نے کیا لطف کا وعدہ
دنیا مری پھر زیر و زبر ہو کے رہے گی

اک شوخ ستم پیشہ کے وعدوں کا بھروسہ
یہ رات بھی آنکھوں میں بسر ہو کے رہے گی

یہ جذبۂ الفت ہے ذکیؔ، کھیل نہیں ہے
حالت جو اِدھر ہے وہ اُدھر ہو کے رہے گی

چلو چلیں کہیں، قلب و نظر کی بات کریں
حیاتِ شوق و فغانِ سحر کی بات کریں
حدودِ قلب و نظر سے نکل چلیں آگے
نئے مقام، نئے راہبر کی بات کریں
نئی بہار، نیا گلستاں، نئی کلیاں
نئی روش کی، نئی رہگزر کی بات کریں
یہ دیکھیے کہ زمانہ کہاں تک آ پہنچا!
بجھا کے شمع کو، شمس و قمر کی بات کریں
مٹا سکے ہمیں کوئی، کس کی کیا ہستی
تو کیوں نہ حوصلۂ معتبر کی بات کریں
پہنچ کے ساحلِ دریا پہ موجِ طوفاں سے
کسی رفیق سے کیا شور و شر کی بات کریں
ذکیؔ یہ راہ کٹھن ہے، محال ہے منزل
نہیں بجا کہ کسی ہمسفر کی بات کریں

رات اندھیری، دُور نگر
نے کوئی ساتھی، نے رہبر
پوچھو، آبلہ پائی سے
کیا ہوتا ہے لطفِ سفر
اپنی بیتی، آپ بتا
کس کو فرصت، کس کو خبر
ذوق جدا ہیں، شوق جدا
اپنی سمجھ اور اپنی نظر
ختم ہوا وہ دورِ جنوں
خشک نہ لب، نے آنکھیں تر
چین ملا دم بھر نہ ذکی
چوٹ لگی ایسی دل پر

عشق کی دیوانگی تھی، میں نہ تھا
مستی و خود رفتگی تھی، میں نہ تھا

لغزشیں تھیں زندگی کے ساتھ ساتھ
لغزشوں میں زندگی تھی، میں نہ تھا

میرے ساقی مجھ سے تو برہم نہ ہو
عمر بھر کی تشنگی تھی، میں نہ تھا

آپ تھے اور آپ کی رعنائیاں
آپ ہی سے زندگی تھی، میں نہ تھا

ایسا لگتا ہے ذکیؔ دورِ جنوں
دوسروں کی زندگی تھی، میں نہ تھا

اے کاش محبت میں اتنا تو اثر آئے
جس سمت نظر ڈالوں، بس وہ ہی نظر آئے

ہر چند حسیں تھے وہ، ہر چند جواں تھے وہ
سائے میں محبت کے کچھ اور نکھر آئے

میں کھیل سمجھتا تھا، مجھ کو یہ خبر کیا تھی
کیا جانیے کب میرے دل میں وہ اتر آئے

اس حسن کے جلووں نے کچھ سحر کیا ایسا
نظروں میں نہ میری پھر کچھ شمس و قمر آئے

پھر کس سے ملیں نظریں، پھر کس نے مجھے چھیڑا
پھر دورِ محبت کے سب نقش ابھر آئے

طوفانِ حوادث نے کب کب نہ ہمیں گھیرا
دریائے محبت میں کیا کیا نہ بھنور آئے

ہلکی سی سیاہی ہے، تحریرِ محبت کی
آنسو کی جگہ بہہ کر، پھر خونِ جگر آئے
منزل کی تمنّا نے رکنے نہ دیا اس کو
رستے میں مسافر کے گو لاکھ شجر آئے
پرخار تھیں، ویراں تھیں، راہیں گو محبت کی
جاں باز تھے لیکن بے خوف و خطر آئے
گو لاکھ کہا دل نے، رک جاؤ، ٹھہر جاؤ
ہم پھر بھی نہ جانے کیوں، چپ چاپ گزر آئے
کیا اور نہ تھا کوئی، جو ان کو سمجھ پاتا
بازارِ جہالت میں کیوں اہلِ ہنر آئے

آج پھر ان سے ملاقات پہ رونا آیا
بھولی بسری ہوئی ہر بات پہ رونا آیا
عقل نے ترکِ تعلق کو غنیمت سمجھا
دل کو بدلے ہوئے حالات پہ رونا آیا
منع کرنے، مگر اس طرح سے لازم بھی نہ تھا
آپ کے تلخ جوابات پہ رونا آیا
چھوڑیئے بھی، مری قسمت میں لکھا تھا یہ بھی
آپ کو کیوں مرے حالات پہ رونا آیا

جب کبھی دھیان آ گیا ہو گا
پھر دل پھر دل رلا گیا ہو گا
ان کو جب یاد آ گیا ہو گا
کس طرح سے رہا گیا ہو گا
کتنے اشک آئے ہوں گے پلکوں پر
اک دھندلکا سا چھا گیا ہو گا
ہائے رے اضطراب کا عالم
شوق تو جان کھا گیا ہو گا
نیچی نظروں کا کچھ قصور نہیں
مجھ پہ الزام آ گیا ہو گا
دل کی دھڑکن ذکی یہ کہتی ہے
ان کو بھی پیار آ گیا ہو گا

اب تو یوں ہی تجھے ہم یاد کیا کرتے ہیں
بے ارادہ بھی ترا نام لیا کرتے ہیں

کیا کہیں تجھ سے کہ اربابِ وفا کس کے لیے
چاک دل چاک گریباں کو سیا کرتے ہیں

عہد و پیمانِ وفا یاد ہیں تجھ کو کہ نہیں
آج ہم جن کے سہارے پہ جیا کرتے ہیں

زندگی اپنی تصوّر ہی تصوّر تیرا
یوں ہی ہر صبح، ہر اک شام کیا کرتے ہیں

تشنگی میں بھی رہا پاس زمانہ ہم کو
کبھی ہونٹوں، کبھی آنکھوں سے پیا کرتے ہیں

ساقیا عین محبت میں پس و پیش ہے کیا
جام دے جام کہ اب جام دیا کرتے ہیں

راہِ الفت میں بھلا لغزشِ پا کیا معنی؟
اپنے گرتوں کو وہ خود تھام لیا کرتے ہیں

نازِ دارے! تجھے انجامِ محبت معلوم؟
لوگ کہتے ہیں، کہ مر مر کے جیا کرتے ہیں

راس آئے گا ہمیں کب یہ سکونِ ساحل
ہم تو ان میں ہیں جو طوفاں میں جیا کرتے ہیں

اے ذکیؔ ان کی طبیعت کا یہ عالم دیکھا
کبھی الفت، تو کبھی ظلم کیا کرتے ہیں

اے دل تجھے اپنوں کی بھی پہچان نہیں ہے غیروں پہ فدا ہونا کوئی شان نہیں ہے
گو لاکھ رقیبوں نے تجھے ہم سے چھڑایا پر ہم کو بھلا دینا بھی آسان نہیں ہے
اف! اہلِ خرد، اہلِ ہوس یہ بھی نہ سمجھے ایثارِ محبت، کوئی احسان نہیں ہے
دولت کو محبت میں معاون نہ بناؤ یہ عشق کوئی عیش کا سامان نہیں ہے
تدبیر کو تقدیر کا پابند نہ سمجھو اس طرح پنپنے کا بھی امکان نہیں ہے
صد حیف! یہ جینا بھی کوئی جینا ہے جس میں جیتے ہیں مگر جینے کا ارمان نہیں ہے
شورش میں جنوں کی نہ رہا کچھ بھی سلامت جب ہاتھ بڑھا، دیکھا گریبان نہیں ہے

باتیں تو ذکیؔ آپ بہت کچھ ہیں بناتے
پر اپنی حقیقت کا بھی عرفان نہیں ہے

حاصلِ زندگی ہے غم، غم کیا! — دوستو زندگی کا ماتم کیا؟
ہر طرف ہے اسی کی جلوہ گری — حسنِ عالم بنا مجسم کیا؟
حسن بیچارگی پہ رو دیا ہے! — برگِ گل پر ہے اشکِ شبنم کیا؟
مے سے اٹھتے ہیں آگ کے شعلے — میکدہ بن گیا جہنم کیا!!
کیوں معطّر ہوئی ہوائے چمن — ان کی زلفیں ہوئی ہیں برہم کیا؟
صاف کہیے کہ پیار کرتے ہیں — یہ نگاہوں کا قول مبہم کیا؟
کیوں سکون خوشی نہیں بھاتا — لذتِ دل ہے رنجِ پیہم کیا

زندگی کی حقیقتیں کیا ہیں؟
ہے تماشائے بزمِ عالم کیا؟

نگاہِ شوق تیرا مدعا کیا؟ خدا جانے یہ تجھ کو ہو گیا کیا!

ازل سے تا ابد دیوانہ پن ہے ہماری ابتدا کیا! انتہا کیا!

جفا کرتے، مگر اپنی خوشی سے طفیلِ دیگراں ہم سے وفا کیا؟

حواس و ہوش گم، نظریں پریشاں ہوا پھر میرا ان کا سامنا کیا!

یہ مانا، ہم سے مطلب کچھ نہیں ہے تو پھر رہ رہ کے ہم کو چھیڑنا کیا؟

کبھی ہم سے، کبھی غیروں سے الفت اے ظالم! تری یہ بھی ادا کیا؟

محبت سے سنور جاتی ہے دنیا دلِ عاشق کا ہوگا خوں بہا کیا!

نئی منزل، نئی راہوں سے ڈھونڈیں کسی کا اتباعِ نقشِ پا کیا!

ذکی اس دورِ آشفتہ سری میں
گریباں، جیب کا بھی آسرا کیا؟

گلوں کو یہ تم نے ادا کیا سکھا دی — جہاں روئی شبنم، کلی مسکرا دی
عجب بیخودی چھا گئی بیٹھے بیٹھے — جو دامن کی اپنے کسی نے ہوا دی
ابھی چار تنکوں کا تھا آشیانہ — ابھی کیوں فلک تو نے بجلی گرا دی
یہ کس کا تبسم؟ یہ کس کی نظر ہے؟ — کہ سوئی ہوئی میری قسمت جگا دی
عجب زندگی ہے، مری زندگی بھی — قیامت کی رنگیں، قیامت کی سادی
ہوا میں نہ منت کش جام و مینا — نظر ہی نظر میں کسی نے پلا دی
ترے حسن نے میرے دل کو ستایا — ترے حسن کو میرے دل نے دعا دی
محبت کی جلوہ گری اللہ اللہ! — کہ ہر ہر قدم جس نے منزل دکھا دی

ذکی تیرا چرچا ہے ہر میکدہ میں
کہ زاہد کو بھی تو نے رندی سکھا دی

دل ہے دیوانہ! کیسے بہلائیں؟ ہائے! اب کیا کریں؟ کہاں جائیں؟
چند تنکے بھنور میں دریا کے کبھی ڈوبیں، کبھی اُبھر آئیں!
دل کی باتیں، ہوس کی دنیا میں کون سمجھے گا؟ کس کو سمجھائیں!
کارواں تو نکل گیا کوسوں راہ بھٹکے ہوئے، کہاں جائیں؟
اب نہ دل ہے، نہ آرزوئیں ہیں آپ تکلیف اب نہ فرمائیں
کچھ نہیں ہوں، سوا محبت کے آپ اتنا نہ مجھ سے شرمائیں

ہمہ تن گوش ہو گئی دنیا
سازِ دل پہ ذکیؔ غزل گائیں

مصیبت میں یوں مبتلا ہو گئے　　جنھیں ہم نے پوجا خدا ہو گئے
جوانی نے آکر غضب ڈھا دیا　　کوئی دم میں وہ کیا سے کیا ہو گئے
زمانے کی نیرنگیاں، مرحبا!　　کہ ہم آپ سے آشنا ہو گئے
پشیماں خود حسن خود بیں ہوا　　نشانے جو سارے خطا ہو گئے
بھلا ہم سے ایسی خطا کیا ہوئی؟　　وہ کس بات پر یوں خفا ہو گئے
نگاہوں نے میری یہ کیا کہہ دیا؟　　سمٹ کر مجسّم حیا ہو گئے

یہ مانا زمانے نے سب کچھ کیا
مگر آپ کیوں بے وفا ہو گئے؟

آج کوئی پھر غنچہ کھلا ہے
دل کا ہر ہر زخم ہرا ہے
عشق کے جلوے، اللہ! اللہ!!
حسن بھی دیکھو جھوم رہا ہے
تیری ادائیں، بہکی بہکی
جیسے کوئی جام پیا ہے
عقل کی دنیا حیراں! حیراں!!
دل نے لیکن مان لیا ہے
درد نے پھر اک کروٹ بدلی
کس نے تیرا نام لیا ہے
ناز بجا ہے، لیکن اے دل
کس پر تو نے ناز کیا ہے

ناصحِ مشفق، تو کیا جانے
میرا اس کا کیا رشتا ہے
شام کو طالب کس کی کلی تھی؟
صبح کو دیکھا گل یہ کھلا ہے
بلبل تیرے نالے کیسے؟
گل کو کیوں بدنام کیا ہے
ہستیِ شاعر، مستی مستی
کیف مجسّم اس کی نوا ہے
دل کو اس پرواز کے خوش ہوں
جانِ بہاراں جس کی ادا ہے
جذبِ محبت دیکھ ذکیؔ کا
کیسا کافر رام کیا ہے

سوزِ غم سے مرا دل اشک فشانی مانگے　　جذبۂ عشق مرا، آگ سے پانی مانگے

شاہدِ وصل سے بھی تسکینِ دلِ جاں نہ ہوئی　　جانے کیا چیز مرا ذوق جوانی مانگے

تپش و سوزِ محبت ہی سکونِ دل ہے　　پھر مرا ذوقِ جنوں، شعلہ فشانی مانگے

چشمِ میگوں ہے تری شوخ سراسر فتنہ　　دیکھ لے جس کو نظر بھر کے، نہ پانی مانگے

موت ہے بحر ترا ساکت و صامت رہنا　　کاش طوفانوں سے تو اپنی روانی مانگے

میری سنجیدگیِ طبع میں شوخی ہے نہاں　　کاش وہ شوخ، مری شعلہ بیانی مانگے

داغِ دل ان کی محبت کی گواہی دیں گے

پئے تصدیق کوئی مجھ سے نشانی مانگے

حاصلِ زیست محبت ہو گی — تیری دنیا مری جنت ہو گی
سوچتا ہوں کہ ملوں گا کیسے — مل گئے تم تو قیامت ہو گی
کس کو معلوم تھا مجھ کو اک دن — اس قدر تم سے محبت ہو گی
کھیلتے ہو مرے دل سے کیا کیا — اس سے کیا بڑھ کے شرارت ہو گی
تم مرے ہو کے رہو گے اک دن — یہ کہانی بھی حقیقت ہو گی
خط سے تیرے یہ ہے مقصد میرا — دل کے بہلانے کی صورت ہو گی

میں کہیں اور چلا جاؤں تو
آپ کو بھی تو شکایت ہو گی

مرے ذوقِ عشق کو ان دنوں صنمِ حسیں کی تلاش ہے
جو چراغِ ظلمتِ شام ہو، اسی مہ جبیں کی تلاش ہے

مرے درد سے جو ہو آشنا، مرے غم سے ہو جسے واسطہ
بنے زندگی کا جو مدعا، اسی نازنیں کی تلاش ہے

جو تصورات پہ چھا سکے، جو نظر نظر میں سما سکے
مجھے اپنا بھی جو بنا سکے، مجھے اس حسیں کی تلاش ہے

میں نے چھان مارے ہیں بحر و بر، نہ ملا کہیں مجھے وہ گہر
تجھے کیا بتاؤں میں ہمسفر، مجھے کس نگیں کی تلاش ہے

جب سے گئے ہیں آپ عجب اپنا حال ہے — کوئی خوشی ہے دل کو نہ کوئی ملال ہے
تجھ سے جدا ہوئے تو زمانہ گزر گیا — لیکن تری قسم، ترا اب بھی خیال ہے
ان کا کرم ہے گر ہمیں خود ہی نواز دیں — اظہار مدعا کی بھلا کب مجال ہے
مجھ کو دماغ اب کہاں جور و قصور کا — ہر چند زاہد آپ کا رنگیں خیال ہے
گل کی شگفتگی پہ یہ گلچیں نے کل کہا — دنیا میں ہر عروج سے پیدا زوال ہے
وہ گل، جو کل تھا ہار گلے کا بنا ہوا — دیکھا جو ہم نے آج بہت پائمال ہے
کیا پوچھتے ہیں آپ کسی مبتلا کا حال — دل ڈوبا جا رہا ہے طبیعت نڈھال ہے
سو میکدے نثار تری چشم مست کے — ساقی نظر نظر سے پلانا کمال ہے

اہل ہوس مزے میں ہمیشہ رہے ذکی
دنیا میں اہل عشق کا جینا محال ہے

خیال و خواب کی حد سے قدم بڑھا نہ سکا
صنم بنا کے کسی کو، خدا بنا نہ سکا

خودی بھی ختم ہوئی، بیخودی بھی ختم ہوئی
گزر کے آپ سے میں آپ کو بھی پا نہ سکا

لگی تھی آگ کچھ ایسی قفس سے تا بہ چمن
ہزار چاہا بجھا دوں، مگر بجھا نہ سکا

چمن میں بادہ بھی تھا، جام بھی تھا، موسم بھی
یہی کمی تھی کہ ساقی مجھے پلا نہ سکا

نظر کے سامنے تھیں سختیاں منازل کی
کیا تو عزم، مگر اک قدم اٹھا نہ سکا

کہاں تھا موقع اظہار آرزوئے وصال
دل و جگر کے بھی زخموں کو میں دکھا نہ سکا

ذکیؔ کے ظرف کا عالم تو دیکھ لے ساقی
ہزار جام پلائے مگر چھلکا نہ سکا

اے شمع، مجھے اپنا تو پروانہ بنا دے
دنیا کے طلسمات سے بیگانہ بنا دے

مدہوش رہوں تیری محبت کے نشہ میں
اپنی نگہِ مست کا مستانہ بنا دے

جس سمت نظر ڈالے، سنور جائیں مقدّر
جس دل میں اتر جائے، پریخانہ بنا دے

بت خانے تو بت خانے ہیں، ساقی مرادہ ہے
گر چاہے، تو مسجد کو بھی میخانہ بنا دے

ہاں! توڑ دے، دنیا کی یہ دیرینہ حدوں کو
اس زیست کو اک لغزشِ رندانہ بنا دے

واللہ ذکیؔ زیست کی معراج یہی ہے
اس زیست کو خاکِ رہِ جانانہ بنا دے

اے حسن، تیرے عشق کے مارے چلے گئے
اہلِ جنوں تو سارے کے سارے چلے گئے

کس طرح سے جیے کوئی کس کے لیے جیے
جب زندگی کے سارے سہارے چلے گئے

اے عشق تو گواہ ہے، ہر حال میں ہمیں
زلفِ درازِ حسن سنوارے چلے گئے

بازی ہر ایک بار رہی اپنے ہاتھ میں
ان کی خوشی کا پاس تھا ہارے چلے گئے

اے عشق مرحبا، ترے لطف و عطا سے ہم
روئے نگارِ زیست سنوارے چلے گئے

ظلم و ستم بھی تیرے محبت سے کم نہ تھے
ہر نوکِ تیر دل میں اتارے چلے گئے

اک تم تھے، تم نے مڑ کے نہ دیکھا کبھی ہمیں
اک ہم تھے، ہم تمھیں کو پکارے چلے گئے

اک تم ہو، جو ستم سے نہ باز آئے آج تک
اک ہم ہیں، ہر طرح سے گزارے چلے گئے

ہم نے تصورات میں پوجا انھیں ذکی
تصویر ان کی دل میں اتارے چلے گئے

ظلم اگر دن رات کرو گے
کون سی اچھی بات کرو گے
کون ذکیؔ خاموش رہے گا
الٹی جب ہر بات کرو گے

کب تک یوں انکار کرو گے
اک دن تو اقرار کرو گے
آج خفا ہوتے ہو، ہو لو
کل تم ہم سے پیار کرو گے
کون سنے گا بات تمھاری
کس کس سے تکرار کرو گے
صاف بتا دو دل میں کیا ہے
اپنوں سے کیا عار کرو گے

ہوا دیوانہ میں زلفِ دوتا کا — کسی رنگیں ادا و مہ لقا کا

حرم والو! نہ یوں مجھ کو ستاؤ — کہ میں بھی ایک بندہ ہوں خدا کا

جنھوں نے ہم سے سیکھا زہد و تقویٰ — سبق دیتے ہیں ہم کو اتّقا کا

کلی کو خود تھی گل بننے کی خواہش — قصور اس میں بھلا کیا تھا صبا کا

الٰہی خیر! میرے آشیاں کی — بہت ہی تند جھونکا ہے ہوا کا

جفائیں تیری جس کو راس آئیں — وہ کب طالب ہوا تجھ سے وفا کا

کہاں میں اور کہاں تیری تمنّا — کرشمہ ہے ترے لطف و عطا کا

خرد والو! ذرا ہشیار رہنا — کہ ہے عیّار، وہ فتنہ بلا کا

ذکیؔ کہہ دے کوئی یہ جا کے ان سے
برا ہے حال تیرے مبتلا کا

پلا دے پلا دے شرابِ محبت — کہ دل ہے ازل سے خرابِ محبت
دلِ مضطرب نے کیا رقص کیا کیا — جو چھیڑا کسی نے ربابِ محبت
تصدق مرا عیش و آرام اس پر — سلامت رہے اضطرابِ محبت
بنی زندگی خود سراپا تجلّی — ہوا جب طلوع آفتابِ محبت
اے بے خبر! تجھ کو یہ بھی خبر ہے — ہے رشکِ دو عالم خرابِ محبت
جو ظاہر میں برباد و رسوا ہوا تھا — وہ در اصل تھا کامیابِ محبت
ہر اک قطرۂ خون دل دے دیا ہے — لیا جب کسی نے حسابِ محبت
ہوا آشنا رازِ کون و مکاں سے — ہوا جب کوئی انتخابِ محبت

دو عالم کی رنگینیاں ہیں نظر میں
کوئی آکے دیکھے شبابِ محبت

یکایک سامنے تم آ نہ جانا — کہ دل پر اختیار آئے نہ آئے
سنائے جائیں گے اپنی کہانی — کسی کو اعتبار آئے نہ آئے
تصوّر اس کا کیا کچھ کم حسیں ہے — وہ جانِ انتظار آئے نہ آئے
نہ جانا چھوڑ کر اے جانِ جاناں — کہ جانِ مستعار آئے نہ آئے
سجاتے ہیں نشیمن اپنا بلبل — خدا جانے بہار آئے نہ آئے
نہ آنا تم، یہاں ہرگز نہ آنا — کہ پھر صبر و قرار آئے نہ آئے
پلا دے، ہاں مجھے، ساقی پلا دے — بلا سے گر خمار آئے نہ آئے

ذکی کہہ دے تجھے جو کچھ ہی کہنا
کہ وہ یاں بار بار آئے نہ آئے

کیسے کٹیں گے یہ دن رات   کوہ گراں ہیں جب لمحات
عشق کے ماروں کے حالات   موت سے بد تر ان کی حیات
تو ہی بتا دے کیسے کٹے   رات اور ایسی کالی رات
کس کو خبر ہے، کیا بیتی   تنہا دل، اتنے صدمات
آجا! ظالم، اب تو آ   تجھ بن تڑپوں میں دن رات
نام و نسب سے کام نہیں   عشق ہی مذہب، عشق ہی ذات
ہوک اٹھے دل میں کوئی   نیند نہ آئے ساری رات

ہائے ذکیؔ اب پریتم بن
کیسے بیتے گی برسات

ظلم و ستم کو تیرے اٹھاتا چلا گیا
دانستہ ہر فریب میں کھاتا چلا گیا
کیسی خودی، خود اپنے کو برباد کر دیا
ہر نقشِ زندگی کو مٹاتا چلا گیا
للہ ذکرِ دورِ گزشتہ نہ چھیڑیئے
میں تو ہر ایک چیز بھلاتا چلا گیا
وہ تم تھے، جس کی آنکھ میں آنسو نہ آسکے
وہ میں تھا، جو کہ خون بہاتا چلا گیا
اک محشرِ خیال سراپا تھا وہ ذکیؔ
فتنے قدم قدم پہ جگاتا چلا گیا

تیغِ ادائے خاص نے بسمل بنا دیا
یوں درخورِ توجہ قاتل بنا دیا
اس کی نگاہِ خاص کی کیفیتیں نہ پوچھ
ہر قطرۂ لہو کو مرے دل بنا دیا
ساقی کے احترام کا باقی رہا نہ ہوش
مستی بھری نگاہ نے غافل بنا دیا
اے قیس شکر کر کہ زمانہ رکھے گا یاد
اس عشق نے تجھے کسی قابل بنا دیا
ہیں عشق کی نگاہ میں ایسی تجلّیاں
دیکھا جسے، اسے مہِ کامل بنا دیا

ساقی وہی، شراب وہی، میکدہ وہی قلب و نظر کو آج اگر تو جواں بنا
اس کو حیات کہتے ہیں، اس کو مآلِ زیست صرف غمِ حبیب ہو، غم جاوداں بنا
میری بلندیوں کو کہاں تو پہنچ سکے اے آسماں ہزار اگر آسماں بنا
جس گل کی تھی تلاش وہی گل نہ مل سکا
یوں تو قدم قدم پہ جہاں گلستاں بنا

ہائے! برباد ہوئے ہیں کیا کیا! راس ہم کو نہ محبت آئی
اے ہوس کار! تری نظروں میں کب بھلا میری حقیقت آئی
زندگی بیت گئی ہے یونہی
جب بھی آئی شبِ فرقت آئی

زمانہ رنگ کیا دکھلا رہا ہے حجابِ حسن اٹھتا جا رہا ہے
تماشا ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں مگر دل ہے کہ مچلا جا رہا ہے
سمندر ہے کہ ٹھاٹھیں مارتا ہے وہ طوفاں ہے کہ امڈا آ رہا ہے
قیامت خیزیاں دیکھو تو اس کی تصور میں بھی وہ شرما رہا ہے
نگاہیں تیری کیا بدلیں ستمگر زمانہ ہم سے بدلا جا رہا ہے
تلاطم میں ہے اب بحرِ محبت سفینہ دل کا ڈوبا جا رہا ہے

مرا اصرار اور اس کا تامل
خدا جانے وہ کیوں شرما رہا ہے

کتنے بے کس اور مجبور ہائے! محبت کے دستور
کیسے بھلا دل بچ پائے؟ برق تجلّی! شعلۂ طور!
اور نہ ضد ہو جائے کہیں اے مرے ناصح، دور ہی دور!
کیسے کٹے انجانی راہ؟ رات اندھیری! منزل دور!
کیسے یہ نظروں سے گرا شیشۂ دل ہے چکنا چور
دل لے کر، آنکھیں نہ چرائیں آئیں، آئیں، آئیں، حضور
دل ہے ذکیؔ کا، کھیل نہیں
لے کر مت یوں ہوں مغرور

کون جانے کس قدر تڑپا گئی
دل میں جب بھی یاد ان کی آگئی

زلف ان کی جب کبھی لہرا گئی
دل پہ اک کالی گھٹا سی چھا گئی

اک نگاہِ لطف بھی، کیا قہر تھی!
زندگی بھر کے لیے تڑپا گئی

لوگ کہتے ہیں، "وہ پاگل ہو گیا"
قیس کہتا ہے، "وہ لیلیٰ آگئی"

عشق کی بے باک نظریں دیکھ کر
حسن کی ہر ہر نظر شرما گئی

غم زمانے کے ذکی گو کم نہ تھے
ان کی الفت دل مگر بہلا گئی

تو مرا حالِ زار کیا جانے
کس کو کہتے ہیں پیار کیا جانے

قلبِ مضطر کی شعلہ سامانی
جو نہ ہو دل فگار کیا جانے

مے کے جرعوں کا ہائے کیف و سرور
جو نہ ہو بادہ خوار کیا جانے

جس کو طاقت نہ ہو جدائی کی
روز و شب انتظار کیا جانے

کتنی مشتاقِ دید ہیں آنکھیں
یہ کوئی پردہ دار کیا جانے

دل پہ میرے جو بیتتی ہے ذکیؔ
وہ تغافل شعار کیا جانے

پھر دل کو ہے کسی سے محبّت کی آرزو
یعنی کہ اک حسین سی صورت کی آرزو

گھبرا گیا ہے دل مرا لطف و کرم سے آج
پھر دل کو ہے جراحتِ فرقت کی آرزو

نالاں ہوں خود میں اپنی ہی آزاد طبع پر
مجھ کو ہے پھر کسی سے عقیدت کی آرزو

مجھ کو سکوں کی، چین کی، پژمردگی سے کیا!
ہر روز ایک تازہ قیامت کی آرزو

پھر آج چاہتا ہوں کہ برہم کردوں انھیں
پھر ان سے عرضِ شوقِ محبت کی آرزو

دیوانگیٔ شوق میں ہر ہر قدم پہ آج
مجھ کو تھی ان کے ساتھ شرارت کی آرزو

افسانہ ہائے دہر سے گھبرا گیا ہے دل
مجھ کو ہے ایک زندہ حقیقت کی آرزو

اے دوست! آ بھی جا، کہ دلِ بیقرار کو
ہے دید و وصل و لطفِ محبت کی آرزو

اس راہِ عشق میں یہ ذکیؔ آخرش کھلا
ہر آرزو تھی ایک قیامت کی آرزو

دیکھنے والے حرف حرف کو دیکھ　　کتنے مضمون ہیں پسِ عنواں
عقل کوتاہ کچھ سمجھ نہ سکی　　کیا نمایاں ہے اور کیا پنہاں
تیری زلفوں کے بل نہ ہم سے گئے　　حیف صد حیف عالمِ امکاں
خون عاشق کی گرمیاں توبہ　　قطرہ قطرہ میں ہیں نہاں طوفاں
حسن معصوم اور شباب کے ساتھ　　دل کی تخریب کے ہوئے ساماں
ہم جنھیں آج تک بھلا نہ سکے　　کیا تجھے یاد ہیں ترے پیماں
اف! طلسم حجاب کا عالم　　چار جانب نظر ہوئی حیراں
کون آیا غریب خانہ پر　　جی اٹھے ہیں ہزار ہا ارماں

چشم ساقی کی گردشیں توبہ
مستی و شوق ہو گئے رقصاں

یہ غلط ہے، کہ تیری چاہ نہ کی
ہاں، مگر زندگی تباہ نہ کی
سب کیا، میں نے دل نہیں توڑا
اس قدر جرأتِ گناہ نہ کی
آخرش عقل کا کہا مانا
جوش و دیوانگی سے راہ نہ کی
وہ لبِ بام آ چکے تھے، مگر
ہم نے ہی جرأتِ نگاہ نہ کی
جانتے تھے تمھاری عادت کو
اس لیے ہم نے رسم و راہ نہ کی
ہنس کے ہر غم اٹھا لیے ہیں ذکی
رات دن ہم نے آہ نہ کی

میرے جنون و شوق کا ساماں تمھیں تو ہو
افسانۂ حیات کا عنواں تمھیں تو ہو

تم ہی ہو لالہ و گل و نسرین و نسترن
روحِ بہار و حسنِ گلستاں تمھیں تو ہو

جب تم نہیں، تو چین کہاں اور کہاں قرار
یعنی کہ دردِ عشق کا درماں تمھیں تو ہو

نے گردشِ فلک، نہ ستم ہائے روزگار
کہتے ہیں جس کو گردشِ دوراں تمھیں، تو ہو

حور و قصور کی ہے نہ جنّت کی آرزو
روزِ ازل سے جس کا ہے ارماں تمھیں تو ہو

ہم کو ستا کے، تم کو، بتاؤ کہ کیا ملا
خود اپنے ہاتھوں آج پشیماں تمھیں تو ہو

جب وہ آئے نظر پہ کیا گزری	میرے قلب و جگر پہ کیا گزری
اپنی نظریں اٹھا کے دیکھ ذرا	قلبِ شوریدہ سر پہ کیا گزری
آج تک تو نہ لوٹ کر آیا	کیا خبر، نامہ بر پہ کیا گزری
اپنی شام و سحر سے پوچھ کبھی	میری شام و سحر پہ کیا گزری
پاؤں کے آبلے گواہ رہیں	ایک شوریدہ سر پہ کیا گزری
عشق کو یہ خبر نہیں شاید	حسن جنّت نظر پہ کیا گزری
آ کے اہلِ نظر ذرا دیکھیں	ایک اہلِ نظر پہ کیا گزری

بعد میرے ذکیؔ خدا جانے
اس بتِ فتنہ گر پہ کیا گزری

دل کی دھڑکن نے جو کہا ہوگا
آپ نے بھی تو سن لیا ہوگا

آپ ہوں گے مرا خدا ہوگا
ورنہ محشر میں کیا دھرا ہوگا

چاہنے والے ساتھ جائیں گے
یاں کا وعدہ وہاں وفا ہوگا

دل یہ کہتا ہے وہ نہ بگڑیں گے
اور بگڑیں گے بھی تو کیا ہوگا

مجھ سے جو آپ کہہ نہ پائے تھے
میری تصویر سے کہا ہوگا

ہائے رے اضطراب کا عالم
دیکھیے حشر آج کیا ہوگا

کچھ فراست بھی چاہیے ورنہ
صرف دیوانگی سے کیا ہوگا

اے ذکی شاعری کے پردے میں
تو نے کیا کچھ نہ کہہ دیا ہوگا

وہ کوئی اور ہوں گے دیوانے
زندگی سے رہے جو بیگانے
زندگی کو قریب سے دیکھو
سن لیے ہیں کہاں کے افسانے
وجہِ دیوانگی ضرور ہے کچھ
لوگ یوں ہی نہیں ہیں دیوانے
آج پھر آپ مجھ سے برہم ہیں
آگیا ہوگا کوئی بہکانے
شمع تجھ پر ذرا اثر نہ ہوا
جل مرے ہیں ہزار پروانے
زندگی کی حقیقتیں معلوم؟
سر کو پٹکا کیے ہیں فرزانے

دل کی دنیا پہ چھا گیا کوئی
مجھ کو اپنا بنا گیا کوئی

کس نے دیکھا تھا پیار سے مجھ کو
مجھ کو پھر یاد آ گیا کوئی

رہ گئے پھر خرد کے دیوانے
پھر جنوں ساز آ گیا کوئی

یہ حقیقت تھی یا تصوّر تھا
مجھ کو پھر دل رلا گیا کوئی

دل دھڑکنے لگا تمنا کا
دیکھو، دیکھو وہ آ گیا کوئی

اے ذکیؔ تیرے قلب ویراں کو
رشکِ جنّت بنا گیا کوئی

آپ تو دل میں سما کر رہ گئے　　ہم کو دیوانہ بنا کر رہ گئے

ہم نے جان و دل کو وارا آپ پر　　آپ ہم پر مسکرا کر رہ گئے

یاد ہیں اب تک، تری رعنائیاں　　ایک آئینہ بنا کر رہ گئے

لاکھ دنیا ہو، حریف اہل دل　　اہل دل کیوں دل چرا کر رہ گئے

آئیے، آجائیے، آجائیے　　آپ تو چلمن اٹھا کر رہ گئے

جستجو تھی اک حقیقت کی ہمیں　　آپ افسانہ بنا کر رہ گئے

اے ذکی رسوا ہوئے ہم جا بجا
وہ تو دو باتیں بنا کر رہ گئے

تجھ کو سمجھے گا کون، دیوانے	کوئی دل کی لگی کو کیا جانے
ایک قصّہ تھا میرے بچپن کا	آپ کیوں اس قدر برا مانے
عمر بھر بدگمانیاں ہی رہیں	آخری دم میں جا کے پہچانے
ان پہ کچھ بس نہ چل سکا شاید	لوگ آتے ہیں مجھ کو سمجھانے
زندگی کی حقیقتیں تھیں تمام	لوگ سمجھے تھے جن کو افسانے
شمعؔ نے رو کے زندگی کاٹی	تابِ غم لا سکے نہ پروانے

کس سے شکوہ کریں جہاں میں ذکیؔ
جب وہی ہو گئے ہیں بیگانے

جنونِ عشق کے ساماں، کسی کو کیا معلوم
بپا ہیں دل میں جو طوفاں، کسی کو کیا معلوم

تمام ظلم و ستم، سب سہی، مگر ناصح
کیے ہیں اس نے جو احساں، کسی کو کیا معلوم

وہ بے خبر ہیں، جو ہنستے ہیں ہم اسیروں پر
سبک ہے گردشِ دوراں، کسی کو کیا معلوم

رموزِ عشق کی گہرائیاں سلامت ہیں
ہمارے خواب پریشاں، کسی کو کیا معلوم

چلے گئے وہ بصد ناز مسکرا کے ذکی
پکارتے رہے ارماں، کسی کو کیا معلوم

التجائے دل نہ خالی جائے گی
اب نہ ان سے بات ٹالی جائے گی

بے خبر کب آئے گا میرا خیال
کب یہ تیری بے خیالی جائے گی

عشق کی آئینہ برداری ٹھہر
ان کی شان بے مثالی جائے گی

یہ فضائیں، یہ بہاریں اور تم
اب طبیعت کیا سنبھالی جائے گی

پھر مرے پہلو کی زینت ہوں گے وہ
چاند پر پھر خاک ڈالی جائے گی

ہم آج ان سے یہ قول و قرار کر لیں گے
کہ جاں رہے نہ رہے، تم سے پیار کر لیں گے

ہماری زیست اگر صرف غم ہوئی تو کیا؟
تمام عمر ترا انتظار کر لیں گے

تری سرشت میں دھوکا، یہاں سرشت وفا
ترے فریب کا بھی اعتبار کر لیں گے

یہی کمالِ محبت، یہی مآلِ جنوں
تمھاری یاد سے دل پر بہار کر لیں گے

وہی خوشی ہے ہماری، جو ہو خوشی تیری
تری خوشی کو ہم اپنا شعار کر لیں گے

کوئی بچے کہ مرے، ان کو کیا ذکیؔ مطلب
وہ اک نظر میں ہزاروں شکار کر لیں گے

رہ گئی ہر کلی بن کے دلہن
جلوہ گاہ بہاراں ہے گلشن

پینے والے بڑے شوق سے پی
ہاں مگر تر نہ ہو پائے دامن

تنکے چن چن کے ہم نے بنایا
کن مصائب سے اپنا نشیمن

دونوں عالم حریف تمنّا
سامنے کس کے پھیلاؤں دامن

جذبۂ عشق میں تیرے صدقہ
وہ اٹھاتے ہیں گھبرا کے چلمن

کون آیا ذکیؔ مجھ سے ملنے
شامِ غم بن گئی روز روشن

نہ دل ہے، نہ دل کی وہ سرشاریاں ہیں
غمِ زندگی کی جنوں کاریاں ہیں
نہ مے ہے، نہ ساقی، نہ رندی، نہ مستی
نہ اب میکدہ ہے، نہ میخواریاں ہیں
نئی بات ہے، تو نہ سمجھے گا ناصح
عزیز از دل و جاں، یہ بیماریاں ہیں
تپش کیسے ظاہر ہو قلب و جگر کی
نہ لو ہے، نہ شعلے، نہ چنگاریاں ہیں
کہاں اشک رنگیں، کہاں ان کا دامن
یہ ساری محبت کی گلکاریاں ہیں
مٹا دے، بس اپنے کو ان پر مٹا دے
کہ سر دینے والوں کو سرداریاں ہیں

برہمن نے بھی اب تو اصنام بدلے
نئے طرز کی اب پرستاریاں ہیں
اُدھر حُسن اپنی نزاکت پہ نازاں
اِدھر عشق کے ساتھ خودداریاں ہیں
نظر کو نظر سے ہٹائیں گے کیسے؟
دلوں میں تو بے چین ہشیاریاں ہیں
کسی نے محبت میں دل کو سنوارا
کسی کے مقدّر میں بس خواریاں ہیں
خرد نے بھی اب ساتھ چھوڑا ہے اپنا
جنوں کی یہ ساری فسوں کاریاں ہیں
ذکیؔ ان کی آنکھوں کے ساغر سے پی لے
کہ عقل و خرد بھی گرفتاریاں ہیں

جب کسی نے یک بیک الٹی نقاب — آنکھ جھپکی ، سامنے تھا آفتاب
جس نظر نے آپ کو اپنا لیا — ہائے! وہ میری نگاہ کامیاب
آ بدل ڈالیں زمین و آسماں — انقلاب اے دل! مکمل انقلاب!!
اف! نگاہِ شوق کی گستاخیاں — اف! دلِ دیوانہ تیرا اضطراب
ہائے! کب تک امتحانِ تشنہ لب؟ — ساقیا! دو چار چلو ہی شراب
اپنی قسمت کی تباہی دیکھیے — ہر گھڑی برپا رہا گر انقلاب
ایک طوفانِ حوادث چار سو — زندگی ہے یا مسلسل اک عذاب

اے ذکیؔ فکر زمانہ پھر کبھی
آؤ! اب پڑھ لیں محبت کی کتاب

اف! غمِ عشق کی گراں جانی　　اف! دلِ زار کی پریشانی
ایک کشتی ہزار طوفاں میں　　ناخدا بھی ہے غرقِ حیرانی
ہوش باقی نہیں مصیبت میں　　سر سے اونچا جو ہو گیا پانی
میں نے جس کے لیے گنوائی جاں　　اس نے صورت نہ میری پہچانی
دوستی کا ہی حق ادا ہوتا　　اف! ستم گر تری ستم رانی
اب کہاں ہے وہ گرمیٔ محفل؟　　اب کہاں حسن کی وہ تابانی!
جا رہے ہو کہاں چرا کر دل　　کچھ تو دیکھو مری پریشانی

نگہِ دوست کی عنایت ہے
ورنہ تم اور ذکیؔ غزل خوانی

کسی دل کو کیسے قرار ہو ہمہ وقت جب غمِ یار ہو
ہے وہ قلب قابلِ رشک جو تری اک نگہ کا شکار ہو
مجھے اپنی بھی نہ خبر رہے کہیں اتنا تم سے نہ پیار ہو
ترا عشق، حاصلِ زیست ہے وہ خزاں رہے کہ بہار ہو
یہی سوز و درد ہے زندگی مجھے چین ہو، نہ قرار ہو
مرے ساقیا، مرے ساقیا ہاں نظر نظر میں خمار ہو
تمھیں کس طرح سے میں چھوڑ دوں
تمھیں زندگی کی بہار ہو

عشق کو کامیاب ہونا تھا　　حسن کا انتخاب ہونا تھا

دل کو خانہ خراب ہونا تھا　　حسن کو لاجواب ہونا تھا

چشم ساقی کی مستیاں، توبہ!　　شوق کو بے نقاب ہونا تھا

محتسب، تجھ کو کیا پڑی سب کی　　روز محشر حساب ہونا تھا

چشم بد دور حسن کا جلوہ　　اک سراپا حجاب ہونا تھا

ہر رگ و پے میں آتش تر ہے　　خود مجسم شراب ہونا تھا

اے ذکیؔ دل کی بے قراری کیا
ہمہ تن اضطراب ہونا تھا

رخ سے پردہ اٹھا دیا ہوتا　　تجھ کو اپنا بنا لیا ہوتا
کوئی کس طرح اعتبار کرے　　کوئی وعدہ وفا کیا ہوتا
ناز کرتے تھے بے نیازی پر　　بندہ پرور بھلا دیا ہوتا
آپ جا گئیں مری عیادت میں　　ہائے مجھ کو جگا دیا ہوتا
زخم دل کے کچھ اور بڑھ جاتے　　چاک کپڑوں کا گر سیا ہوتا
خون ثابت تھا ان کی گردن پر　　کوئی دم بھر اگر جیا ہوتا
ٹوک کر ہم نے ہوشیار کیا　　سادگی کا مزہ لیا ہوتا
پاس میرے جو کوئی دم رہتے　　تم کو اپنا بنا لیا ہوتا

گر وہ آتے ذکی تو ان کی قسم
ان پہ سب کچھ لٹا دیا ہوتا

زندگی پر بہار کیونکر ہو؟ دل کو میرے قرار کیونکر ہو
آپ مجھ کو نہ آج تک سمجھے آپ کو اعتبار کیونکر ہو
کوئی اہلِ نظر نہیں ملتا حالِ دل آشکار کیونکر ہو
جب کہ پل بھر کو بھی قرار نہیں عمر بھر انتظار کیونکر ہو
تیری خودداریاں بجا لیکن یوں ہمیں اعتبار کیونکر ہو
تیری مرضی ہے زندگی میری پھر مجھے ناگوار کیونکر ہو
کچھ تو بولو، کہ سوچتے کیا ہو؟ میرے دل کا قرار کیونکر ہو
مسکرا کر وہ ہم سے کہتے ہیں بے وفاؤں سے پیار کیونکر ہو

اے ذکیؔ ہم تو مر مٹے ان پر
دل پہ اب اختیار کیونکر ہو

تمناؤں میں الجھایا کریں گے
ہم اپنے دل کو تڑپایا کریں گے
گلوں کے دام میں آیا کریں گے
فریبِ رنگ و بو کھایا کریں گے
چلے جائیں گے لے کر حسرتِ دل
اکیلے آپ گھبرایا کریں گے
خدا جانے، یہ گل کب تک چمن میں
کھلیں گے اور مرجھایا کریں گے
محبت کی محبت پاسباں ہے
جو کھوئیں گے وہی پایا کریں گے
دلِ شاعر کو یہ بھی کم نہیں ہے
تصوّر میں جو آپ آیا کریں گے

ابر ہے، جام ہے، شراب بھی ہے
آپ ہیں، ہم بھی ہیں، شباب بھی ہے

زلف کے سایہ میں رخِ رنگیں
ابر میں آج ماہتاب بھی ہے

حسن کی یہ ادا، ارے توبہ!
جس میں الفت بھی ہے، عتاب بھی ہے

پھر رگ و پے میں خون دوڑا ہے
اک جنوں، ایک اضطراب بھی ہے

دل کے گوشے میں ڈھونڈیئے صاحب
آپ کا خانماں خراب بھی ہے؟

ساری ناکامیوں کے بعد ذکیؔ
آپ کا عشق کامیاب بھی ہے

دل کو نہ لوٹ لے کوئی دھوکے میں ڈال کے
نظریں ملائیے گا ذرا دیکھ بھال کے

دل لے چلے ہو، شوق سے، لیکن رہے خیال
شیشہ ہے، ٹوٹ جائے گا رکھنا سنبھال کے

حورانِ خلد آئیں گی کوثر لیے ہوئے
قربان جاؤں زاہدِ رنگیں خیال کے

کہتا ہے رنگ دیدۂ پُرنم یہ اے ذکیؔ
عاشق ہوئے ہیں آپ کسی خوش جمال کے

متاعِ دل کی، متاعِ جگر کی بات کرو
نظر نظر سے ملاؤ، نظر کی بات کرو
یہ میکدہ ہے، نہ ہو ذکر شیخ و واعظ کا
اٹھاؤ جام، کسی سیم بر کی بات کرو
وہ برق چاہیے، کر دے جو چشم کو خیرہ
جلا دے قلب کو، ایسے شرر کی بات کرو
ذکیؔ نہ سوز ہو شامل تو شاعری کیسی
دلوں کو موہ لے، ایسے اثر کی بات کرو

زندگی، اب وہ زندگی نہ رہی
وہ محبت، ہنسی، خوشی نہ رہی
آپ نے جب سے پھیر لیں نظریں
دل میں باقی شگفتگی نہ رہی
نقش پا سے ترے اٹھا کے جبیں
بندگی بھی تو بندگی نہ رہی
ساقیا پھر کوئی نگاہِ کرم
اب وہ پہلی سی بےخودی نہ رہی
تجھ کو پایا، جہان کو پایا
زندگی میں کوئی کمی نہ رہی

انتہائے محبت کی کج فہمیاں
حسن بھی بدگماں، عشق بھی بدگماں

حسن، برقِ نظر، الحذر! الحذر!!
عشق، دردِ جگر، الاماں! الاماں!!

کون جانے یہ دردِ محبت ہے کیا
کون سمجھے کہ کیا ہے مری داستاں

عشق نے کی عطا، مجھ کو ایسی نظر
آئینہ ہو گئے مجھ پہ کون و مکاں

مجھ سے بدظن ذکیؔ تھے جو پہلے پہل
ہو گئے آخرش وہ بہت مہرباں

کر گیا کیا سحر دل پر روئے تابانِ حبیب
خوں کا ہر قطرہ ہوا وقفِ غزلخوانِ حبیب

قیس کی آنکھوں سے لیلیٰ کا تماشا دیکھیے
ناصحا اتنا نہیں آساں ہے عرفانِ حبیب

گر جنوں کی ابتدا یہ ہے، تو پھر دو دن کے بعد
دیکھیے کیا رنگ لائیں فتنہ سامانِ حبیب

عشق کی دیوانگی میں کب رہے ہیں ہوش و خرد
باز آئیں کیا بھلا یہ سینہ چاکانِ حبیب

ساقیا اک جام دے ہاں جام دے! ہاں جام دے!
دیکھنا ہے آج مجھ کو کیف وجدانِ حبیب

گو آپ بھی ہیں، ہم بھی ہیں، دنیا بھی وہی ہے
لیکن وہ کہاں کیف، وہ مستی، وہ خوشی ہے
لب خشک ہیں اور سینہ میں اک آگ لگی ہے
ساقی دے کوئی جام، بڑی تشنہ لبی ہے
طفلی کے نہیں، تیری جوانی کے یہ دن ہیں
پھر بھی وہی غفلت، وہی پیماں شکنی ہے
اک تار بھی باقی نہ رہا جیب میں اپنی
اے دوست جنوں دیکھ! بڑی سخت گھڑی ہے
گو ربط رہا سارے گلستاں سے ذکی کو
ہم راز مگر صرف یہاں ایک کلی ہے

دلِ غم زدہ کو خوشی بخش دی
محبت بھری زندگی بخش دی

تبسّم کی ہر موج ہے بادہ ساز
وہ جب ہنس دیے بے خودی بخش دی

دکھا کر مجھے جلوۂ ضو فشاں
نظر کو مری روشنی بخش دی

غضب حسن کی ہیں نمک پاشیاں
ہر اک زخم کو اک ہنسی بخش دی

کیا واقفِ رازہائے چمن
محبت نے دیدہ وری بخش دی

ذکی ہے کس کے حسنِ فسوں کار نے
تمھیں دولتِ شاعری بخش دی

ہماری سنو گے نہ اک بات بھی
گذر جائے گی آج کی رات بھی
نظر، مانعِ گفتگو بن گئی
ادھوری رہی یہ ملاقات بھی
شب و روز ان سے رہے چھیڑ چھاڑ
ملیں گے کہاں پھر یہ اوقات بھی
وہ آئے، تو ہونٹوں پہ شکوے کے ساتھ
امنڈ آئے سینہ میں جذبات بھی
تری اک نظر نے جواں کر دیا
عجب معجزہ ہے تری ذات بھی
ذکیؔ عشق میں جیت جانے کے بعد
کئی بار کھانی پڑی مات بھی

تو نے دلِ ہشیار کو دیوانہ بنایا ‏ ‏ کیفِ نگہِ خاص سے مستانہ بنایا

توڑا جسے زاہد نے بڑا کفر سمجھ کر ‏ ‏ میں نے اسی اک جام کو پیمانہ بنایا

اللہ ری! ناکامیِ تقدیرِ محبت ‏ ‏ دل جس کو دیا، اس نے ہی دیوانہ بنایا

آ دیکھ! کہ فردوس بنا ہے دلِ غمگیں ‏ ‏ جلووں نے ترے کیا ہی پریخانہ بنایا

بھونرا کہ جو پھولوں میں بھٹکتا پھرا دن بھر ‏ ‏ راتوں میں اُسے شمع نے پروانہ بنایا

کیا جانیے کس آنکھ کا بیمار ذکیؔ تھا
جس نے دلِ ویراں کو پریخانہ بنایا

زندگی کس کی رازدار بنی — چار دن میں خزاں بہار بنی
عشق ہی کی نگاہ رنگیں تھی — تیرے چہرے پہ جو نکھار بنی
چشم میگوں تری خدا کی قسم — دیدۂ شوق کا خمار بنی
میں وہ دیوانۂ محبت ہوں — جس کی فطرت ہی سوگوار بنی
لب پہ جو آہ آگئی اپنے — ایک عالم کی وہ پکار بنی
عالم شوق کی وہ سرمستی — یار کی چشم کیف بار بنی

اے ذکیؔ تیری داستان گداز
آج مقبول بزم یار بنی

خونِ دل، خوب ہی ابل آیا
زندگی نے بڑا مزا پایا
چشمِ حیراں تجھے خبر بھی ہے
چھپ کے دل میں کوئی اتر آیا
دل میں کیا کیا گماں گزرتے تھے
مسکرا کر جو کوئی شرمایا
دلِ ناداں تو اپنی کر گزرا
بارہا سب طرح سے سمجھایا
ساقیا کیا کوئی شراب تھی وہ
جس کو پی کر نہ میں سنبھل پایا
حسن کے التفاتِ بیہم سے
کچھ نہ پوچھو ذکی نے کیا پایا

یکایک مل کے گھبراتا کسی کا
وہ کونے میں سمٹ جانا کسی کا
کسے معلوم تھا؟ کس کو خبر تھی؟
یوں دھڑکن دل کی بن جانا کسی کا
تڑپ جاتا ہوں، اب بھی یاد کر کے
مرا دل لے کے اترانا کسی کا
محبّت کے نئے انداز دیکھو
مرے آتے ہی اٹھ جانا کسی کا
نہ کہتے تھے، کہ باز آؤ ستم سے
کہاں تم نے کہا مانا کسی کا؟
ذکیؔ کس کو بتائیں دل کا عالم
قیامت تھا وہ شرمانا کسی کا

دل کہاں؟ رونقِ حیات کہاں؟
تیرے جلووں کی کائنات کہاں؟
تیرے غم سے حیات پائی ہے
تیرے غم سے ہمیں نجات کہاں
جس میں جلتا ہو آرزو کا چراغ
اپنی قسمت میں ایسی رات کہاں
ایک افسردہ زندگی کے سوا
مستی و سرخوشی کی بات کہاں
فرصتِ یک نظر رہی نہ ذکی
اب وہ ذوقِ جمالیات کہاں

حسیں صورت کے دیوانے بہت ہیں
زمانے میں صنم خانے بہت ہیں
بری تقدیر کے رونے سے حاصل
طلب ہو گر تو ویرانے بہت ہیں
مجھے کیا واسطہ جام و سبو سے
تری آنکھوں کے پیمانے بہت ہیں
میں خلوت چاہتا ہوں شمع ہستی
تری جلوت میں پروانے بہت ہیں
نہ ہے ہمدرد نے ہمراز کوئی
ذکی محفل میں بیگانے بہت ہیں

ہر شب ہیں آسمان پہ تارے نئے نئے
دنیا دکھا رہی ہے نظارے نئے نئے

یا رب ہو خیر، اس دلِ خانہ خراب کی
ہر روز مہرباں ہیں ہمارے نئے نئے

یونہی نہیں ہے، بحر کی موجوں میں اضطراب
دن رات ڈھونڈتی ہیں کنارے نئے نئے

ہے بحرِ عشق تیری یہ طغیانیوں کا فیض
چھوٹے اِدھر اُدھر جو ہیں دھارے نئے نئے

ڈھارس نہ دل کو ہو سکی دم بھر کہیں ذکیؔ
گو بارہا ملے ہیں سہارے نئے نئے

جہاں سے دور ہمیں اک جہاں بنانا ہے
نئی زمین، نیا آسماں بنانا ہے
تباہیوں سے عبارت ہے لذّتِ تعمیر
قریب برق ہمیں آشیاں بنانا ہے
تمھارے غم سے ہے معمور زندگی میری
مگر اب اس کو غمِ جاوداں بنانا ہے
جگر کے خون سے شاداب کرکے کلیوں کو
سدا بہار ہمیں گلستاں بنانا ہے
شجر شجر میں لہو دے کے آرزو دل کا
کلی کلی کو چمن میں جواں بنانا ہے

لہرا کے، مسکرا کے، نگاہیں ملا کے پی
میرے قریب آ، تو ذرا لڑکھڑا کے پی

مانا تمام عمر مصائب سے کام ہے
اے ہمتِ جواں، تو ذرا مسکرا کے پی

جلتے ہیں لوگ، اوروں کی راحت کو دیکھ کر
اس بد نظر زمانے کی نظریں بچا کے پی

ہر دورِ جام سے ہے یہاں دورِ امتحاں
آہستہ پی، سنبھال کے پی، دل لگا کے پی

پی اے ذکی، مگر نہ کسی کو پتا چلے
دنیائے پُر فریب سے چھپ کے چھپا کے پی

خودی کو بھی آخر مٹانا پڑا
رہِ شوق میں سب لٹانا پڑا
بڑے تیکھے تیور تھے پہلے پہل
بالآخر انھیں مسکرانا پڑا
تری بے نیازی پہ تھا شک نہیں
کہاں تک تجھے آزمانا پڑا
مری خاک میں تھیں نہاں بجلیاں
خود اپنا نشیمن جلانا پڑا
حوادث نے زیر و زبر کر دیا
بہاروں سے دامن چھڑانا پڑا

حسن، برہم ہوا ایسا، کہ منایا نہ گیا
دلِ خود دار سے بھی سر کو جھکایا نہ گیا

مٹ گئے، ہم بھی، زمانہ بھی، خوشی بھی، غم بھی
داغِ دل پھر بھی کسی طرح مٹایا نہ گیا

آئے بھی، بیٹھے بھی اور حال بھی پوچھا مجھ سے
پھر بھی مجھ سے دلِ صد چاک دکھایا نہ گیا

شوخیِ حسن ہے، اور عشق ہے پابندِ نیاز
وہ ستایا ہی کیے، ہم سے ستایا نہ گیا

خار تو خار ہی تھے، اپنا یہ عالم ہے کہ
صحنِ گلشن میں گلوں سے بھی نبھایا نہ گیا

پھر ان کا اعتبار کیے جا رہا ہوں میں
یعنی انھیں سے پیار کیے جا رہا ہوں میں
عشق جنوں پسند کی تسکین کے لیے
پھر دل کو بے قرار کیے جا رہا ہوں میں
جس دل کو میں نے دونوں جہاں سے بچالیا
تم پر اسے نثار کیے جا رہا ہوں میں
رشتے جو تم نے جوڑ کے توڑے ہزار بار
پھر ان کو استوار کیے جا رہا ہوں میں
وہ گرچہ مجھ کو بھول چکے ہیں، مگر ذکیؔ
یاد ان کو بار بار کیے جا رہا ہوں میں

حسن نے آج پھر اشارا کیا　　میں نے بھی شوق سے نظارا کیا
آپ شرمائے دل کا خوں کر کے　　میں نے ہنس ہنس کے سب گوارا کیا
نیم بسمل نے کروٹیں بدلیں　　دیر تک آپ کو پکارا کیا
ہائے معصوم! تیری شرم و حیا　　آپ اپنوں ہی سے کنارا کیا
دل کا ہر زخم آج کھل اٹھا　　تیری رحمت نے جب اشارا کیا
وہی دشمن بنے دل و جاں کے　　جن کی زلفوں کو میں سنوارا کیا
حسن کی جدتیں گواہ رہیں　　ہم نے ہر حال میں گزارا کیا
شوخ طناز ہاتھ کب آئے　　لاکھ شیشہ میں میں اتارا کیا

کون جانے ذکی پہ کیا گزری
کس پہ قلب و جگر کو وارا کیا

آپ آئیں، تو کوئی بات کریں — غیر سے کیا تو قعات کریں
ہر نفس پر عنایتیں، توبہ! — دور رہ کر تکلّفات کریں
کوئی اپنا نظر نہیں آتا — کس سے پیدا تعلقات کریں
یہ فسانے بہت پرانے ہیں — کچھ تو ان میں تغیرات کریں
دل لگی، دل لگی نہیں صاحب — آپ ہم سے نہ ہنس کے بات کریں
بے نیازی تری، معاذ اللہ — کس بھروسے پہ خواہشات کریں
آپ انجام سے نہیں واقف — آپ ہم پر نہ التفات کریں
عشق دیوانگی میں ڈوب گیا — آپ پیدا نئے نکات کریں

ساقیا آج تو پلا دے ہمیں
تجھ سے کھل کر کبھی تو بات کریں

ے دل بتا، یہ کس کا تجھے انتظار ہے
کس اجنبی کے شوق میں تو بیقرار ہے

ے گو نہ وہ، نہ آئیں گے اب حشر تک کبھی
نادان ان کے وعدوں کا کیا اعتبار ہے

جاؤ! دیکھ لو مری وارفتگیٔ شوق
اس ہستیٔ دوروزہ کا کیا اعتبار ہے

بھی زمانہ تھا، کہ ہمیں ہم تھے بزم میں
یا اب ہمارا ذکر انہیں ناگوار ہے

ں آئیں گی نہ آپ کو یہ خود سرائیاں
مانیں نہ مانیں، آپ کو یہ اختیار ہے

کیا بدل گئے کہ زمانہ بدل گیا
اب برگِ گل بھی دل کو مرے نوکِ خار ہے

پیتے نہیں ہیں آپ مگر حضرتِ ذکیؔ
آنکھوں میں آپ کی یہ کہاں کا خمار ہے

اے دلِ ناداں یہ تو نے کیا کیا؟ سارے عالم میں مجھے رسوا کیا!
جلوہ فرما وہ ہوئے غیروں کے گھر دیکھنے کو میں یہاں ترسا کیا
سارے عالم سے کوئی پردہ نہ تھا ہم جو آئے، آپ نے پردا کیا
سر جھکائے، دم بخود بیٹھے رہے لاکھ گو پہلو میں دل مچلا کیا
یک بہ یک جب چار آنکھیں ہو گئیں میں اسے اور وہ مجھے دیکھا کیا
آپ سے مجھ کو کوئی شکوہ نہیں آپ نے جو کچھ کیا اچھا کیا
ساری دنیا سو گئی لیکن ذکیؔ
تو اکیلا رات بھر جاگا کیا

کہہ دے یہ کوئی ان سے آجائیں جو آنا ہے
ورنہ مری نظروں میں تاریک زمانا ہے
اے حسن ستم پیشہ، یہ ظلم بھلا کب تک؟
ناداں تجھے اک دن یہ اپنا ہی بنانا ہے
اب ہم نہ بلائیں گے، اب ہم نہ منائیں گے
آئے جسے آنا ہے، جائے جسے جانا ہے
تھا اتنا قصور اپنا، اک بات تھی سچ کہہ دی
اس بات کے اوپر ہی دشمن یہ زمانا ہے

کوئی نہیں ہے پاس، مگر تو تو پاس ہے
پھر کون کہہ سکے گا، مرا دل اداس ہے
لے آئے زندگی کو کچھ ایسے مقام پر
اچھی بری جو آئے، سب ہی ہم کو راس ہے
شیشہ میں یہ پری ہے کہ جنّت کی ہے یہ حور
ساقی تو ہی بتا کہ ترا کیا قیاس ہے
غیروں کے دل کو ٹھیس لگی، دل مرا دکھا
میرا غریب دل بھی بڑا غم شناس ہے
امید پر ہے، زیست کی جاری یہ کشمکش
کہتے ہیں، دل کو آس ہے جب تک کہ سانس ہے

کب مرا دل غموں سے چور نہ تھا　　اس میں تیرا کوئی قصور نہ تھا
لوگ کہتے رہے قریب ہے وہ　　ہم نے ڈھونڈا تو دور دور نہ تھا
دل ہی دیوانہ ہو گیا تیرا　　میرا اس میں کوئی قصور نہ تھا
لوگ دعوے کیا کیے کیا کیا　　کوئی پہنچا ترے حضور نہ تھا

آنکھ ملتے، رہا نہ ہوش ذکی
محض اک نشہ تھا سرور نہ تھا

لذتِ عاشقی نہیں جاتی　　دل کی دیوانگی نہیں جاتی
حسن کی دلفریبیوں میں بھی　　تلخیِ زندگی نہیں جاتی

دل میں کچھ ہے زباں پہ کچھ ہے
بات سچی کہی نہیں جاتی

ابھی گو کچھ نہیں میں نے کہا ہے　　مگر پھر بھی زمانے کو گلا ہے
تری نظروں نے جانے کیا کہا ہے　　مرا دل الجھنوں میں مبتلا ہے
بہت سوچا، مگر پھر بھی نہ سمجھے　　نہ جانے کیا بھلا ہے، کیا برا ہے
یہاں ہے جستجو منزل کی بیکار　　یہاں منزل نہیں ہے، راستا ہے

محبّت میں سکوں پایا ہے کس نے
ذکیؔ صاحب، مرض یہ لا دوا ہے

میں تو عاجز ہوں ان حسینوں سے　　کھیلتے ہیں یہ آبگینوں سے
دوستوں سے گلے سنبھل کے ملو　　سانپ نکلے ہیں آستینوں سے
میرے ساقی! ذرا خیال رہے　　دل ہے نازک، ان آبگینوں سے
بے نیازی کی کوئی حد بھی ہے　　تیرا اشتاق ہوں مہینوں سے

حسن والے ذکیؔ گھڑی بھر میں
لوٹ لیتے ہیں کن قرینوں سے

عجب کشمکش میں دل مبتلا ہے   خوشی میں نہ خوش ہے، نہ غم میں خفا ہے
کرم غیر پر اور اپنوں سے رنجش   زمانے سے انداز تیرا جدا ہے
جسے اہل ثروت نے سر پر چڑھایا   وہی اپنی نظروں سے اکثر گرا ہے
مفاد اپنا اپنا غرض اپنی اپنی
عجب رہبری ہے! عجب رہنما ہے

دل کے پھر زخم مسکراتے ہیں   جانے کیا کیا خیال آتے ہیں
ایک ہم ہیں، کہ غم اٹھاتے ہیں   ایک وہ ہیں، کہ مسکراتے ہیں
کتنے اوہام کا شکار ہوئے   لوگ ڈرتے ہیں اور ڈراتے ہیں
اے ذکیؔ اپنے دل کے بارے میں
جب کہا ان سے، ٹال جاتے ہیں

کیسی الفت؟ کیسی لاگ؟ اپنی ڈفلی، اپنا راگ
اس کی زلفوں پہ مت جا ڈس لیں گے یہ کالے ناگ
دیکھ، زمانہ کہتا ہے! سونے والے اب تو جاگ
مطرب، ہم آواز تو ہو کیا چھیڑا ہے دھرپت راگ

ق

دوست بھی چاہے دشمن ہو بات کہیں گے ہم بے لاگ
ایسے ہم آزاد ہوئے گھر گھر آگ لگی ہے، آگ
خون سے ہم معصوموں کے کھیلو، کھیلو، کھیلو پھاگ
یہ دنیا زرداروں کی ایک سے ایک یہاں ہے گھاگ
یہ بستی دیوانوں کی سر پر پیر ہی رکھ کے بھاگ

بھاگ ذکیؔ اس دنیا سے
اس سے بہتر ہے بیراگ

حُسن تمھارا، میری جوانی کتنی ہے رنگین کہانی!
ہائے رے عالم شرم و حیا کا چہرہ عرق سے پانی پانی
کیسی دنیا؟ کیسی عقبیٰ؟ آؤ! کریں ہم بھی من مانی
گزری باتوں سے کیا حاصل؟ بھول بھی جاؤ بات پرانی
آپ ملے تھے، اور کہیں بھی؟ صورت ہے جانی پہچانی!
کیا کیا تھے ارمان ہمارے حیف کہ اس نے بات نہ مانی
بہتر تھا، تم باتیں میری مت سنتے، غیروں کی زبانی
دل! اور ایسے کو دے دینا
ہائے ذکی! تیری نادانی

زندگی کو آج جینا آگیا
تیری نظروں کا قرینا آگیا

دردِ دل نے لی نہ تھی کروٹ ابھی
ان کے ماتھے پر پسینا آگیا

کیسی توبہ؟ کیسا زہد و اتقا؟
سامنے جب جام و مینا آگیا

اے محبت ان کو پھر آواز دے
دور ساحل سے سفینا آگیا

صحبتِ ساقی بنی فیضِ تمام
چند سانسوں ہی میں پینا آگیا

کیا محبت ہی مسیحا بن گئی
زخمِ دل کو آج سینا آگیا

شورشِ غم ہائے الفت، مرحبا
ہم کو طوفانوں میں جینا آگیا

دن وہی، راتیں وہی، پھر بات کیا
کیوں دلوں میں آج کینا آگیا

زندگی وقف دلربا کے لیے عشوہ و غمزہ و ادا کے لیے
یاد آئے ہیں اف اگنہ کیا کیا ہاتھ اٹھائے ہیں جب دعا کے لیے
دل کی دھڑکن رکی رکی سی ہے
آئیے، آئیے، خدا کے لیے

دلِ ناداں، یہ کروٹیں کیسی ؟ ان کی فرقت میں راحتیں کیسی؟
حاصلِ عشق، جز فراق نہیں وصل کی پھر یہ خواہشیں کیسی؟
میرے رونے پہ آپ ہنستے ہیں پوچھتے ہیں، یہ عادتیں کیسی؟
تیری جلوت کا جب یہ عالم ہے
ہیں خدا جانے خلوتیں کیسی؟

بے خطا، بے قصور کہتے ہیں اس ادا کو غرور کہتے ہیں
آپ نے بھی تو کچھ سنا ہوگا لوگ کیا کیا حضور کہتے ہیں
راس آئی شراب زاہد کو
سرخیٔ رخ کو نور کہتے ہیں

عمر بھر ہم جن کے دیوانے رہے وہ ہمیشہ ہم سے بیگانے رہے
زندگی کو کیا سمجھ پاتے بھلا زندگی بھر ہم تو فرزانے رہے
لوگ کہتے ہیں کہ میری بات تھی کون جانے کس کے افسانے رہے
ساقیا ہم تک نہ آیا دورِ مے
رات دن گردش میں پیمانے رہے

وہ اک سایہ پسِ چلمن کسی کا — نہ لہراتا ہوا دامن کسی کا
نظر ملتے گری تھی دل پہ بجلی — غضب تھا، قہر تھا، جوبن کسی کا
غرض کی ہے، غرض ساری خدائی — نہ کوئی دوست، نے دشمن کسی کا
ہوس کاروں نے آکر ظلم ڈھائے
بہار آتے لٹا گلشن کسی کا

زمانے سے دل مبتلا ہے کسی کا — خدا جانے کیا مدعا ہے کسی کا
پسند اپنی اپنی، نظر اپنی اپنی — صنم ہے کسی کا، خدا ہے کسی کا
ذرا سن لے منھ پھیر کے جانے والے — کہ تو ہی تو اک آسرا ہے کسی کا
جسے چاہا اس نے بنایا بگاڑا — زمانے پہ کب بس چلا ہے کسی کا
لبِ انگبیں سے پلائی تھی کس نے
کہ ہونٹوں پہ اب تک مزا ہے کسی کا

فریبِ حسن میں ہرگز نہ آنا — نہ پتھر کے صنم سے دل لگانا
جنھیں اپنا سمجھ کر دل دیا تھا — انھیں سے ہے ہمیں دامن بچانا
دلوں کی بات دل والے ہی سمجھیں — زمانے کی نہ تم باتوں میں آنا
دلِ ناکام اُن یادوں سے حاصل
بہت بہتر ہے جن کا بھول جانا

آپ عہدِ وفا سے ڈرتے ہیں — میرے ہر مدعا سے ڈرتے ہیں
تیرے عشاق تیرے سر کی قسم — تیری زلفِ دوتا سے ڈرتے ہیں
یہ غرور آپ کا! معاذ اللہ — ہم تو قہرِ خدا سے ڈرتے ہیں
عشق کی ابتدا ہے کھیل مگر — عشق کی انتہا سے ڈرتے ہیں
اے ذکی اہلِ دل نہ جانے کیوں
[illegible]

بیوفاؤں سے پیار کون کرے اپنے دل کو فگار کون کرے
ہاں، ہمارے ہی سب قصور سہی آپ کو شرمسار کون کرے
بارہا تجھ کو آزمایا ہے اب ترا اعتبار کون کرے
تیری الفت ہے زندگی میری فکر لیل و نہار کون کرے

آپ سے جب سے محبّت ہو گئی زندگی کی اور حالت ہو گئی
دین و دنیا چھوڑ کر آیا ہوں میں اب تو آجاؤ کہ خلوت ہو گئی
غیر پر ان کو بہت ہی ناز تھا زندگی بھر کو نصیحت ہو گئی
دل گیا ہم ہاتھ ملتے رہ گئے دل کا آجانا قیامت ہو گئی
دل بہت بیتاب ہے تیرے لیے اب تو آجا، اب تو مدت ہو گئی

اے ذکیؔ، تجھ کو یہ آخر کیا ہوا؟
لوگ کہتے ہیں "محبّت ہو گئی"

دل نشے میں تو چور رہتا ہے نیک و بد کا شعور رہتا ہے
چند سجدوں کے بعد زاہد کو اس قدر کیوں غرور رہتا ہے
پاس رہتا تھا جو کبھی میرے آج کل دور دور رہتا ہے
ترک الفت کے باوجود ستمؔ کی
اک تعلق ضرور رہتا ہے

عجب ادا سے بت سیم تن نے رام کیا قرار چھین لیا، جھک کے جب سلام کیا
نظر نظر میں ستمگر نے آج کام کیا کہ میرے دل کو فراغِ غم دوام کیا
بہ عرض شوق نہ ظالم نے کچھ کلام کیا نگہ کو پھیر کے قصہ مرا تمام کیا
جب آیا کوئی مقابل، نگاہ تک نہ اٹھی حیا کا، حسن کا، شوخی کا احترام کیا
ترے خیال نے کیا کیا قیامتیں ڈھائیں
خرد کو مول لیا، عقل کو غلام کیا

کبھی تو بزم سے اپنی اٹھا دیا ہم کو　　کبھی پکارا محبّت میں بر ملا ہم کو
ہمارے ذوقِ محبت سے بدگماں کیوں ہیں　　کہ اب تو غیر بھی کہتے ہیں باوفا ہم کو
تھی ابتدائے محبت کہ تم کو پایا تھا　　یہ انتہا ہے تمھیں چھوڑنا پڑا ہم کو
ذکیؔ جہانِ ہوس کا رو تنگ داماں میں
کسے بتائیں محبّت نے کیا دیا ہم کو

گر یہی تیری بے رخی ہوگی　　کس طرح تیر زندگی ہوگی
میرے اظہارِ شوق کو اب تک　　وہ سمجھتے ہیں دل لگی ہوگی
پی رہا ہوں جو آتشِ سیّال　　کس قیامت کی تشنگی ہوگی
بدلیاں چھائیں میکدہ پہ ذکیؔ
روحِ میکش کی جھومتی ہوگی

حریف جانِ حزیں آپ کا جہاں بھی ہے — مگر یہ درپئے آزار آسماں بھی ہے
کبھی ادھر بھی عنایت ہو بھول کر ہی سہی — قریب کوچۂ اغیار اک مکاں بھی ہے
یہی نہیں کہ وہ مجھ سے خفا ہوا ازرہِ ناز — مری وفاؤں پہ وہ شوخ بدگماں بھی ہے
نفس نفس ہے پریشاں، قدم قدم لرزاں
ذکیؔ غریب کو حاصل کہیں اماں بھی ہے

رونقِ انجمن بن گئے — آپ حسنِ چمن بن گئے
کتنی معصوم تھی وہ جھلک — کتنے توبہ شکن بن گئے
راہبر بن کے جو تھے اٹھے — اب وہی راہزن بن گئے
چند چُلّو ترے ساقیا
میرے دل کی جلن بن گئے

دل یہ میرا جو آج تیرا ہے   اس میں کتنا قصور میرا ہے
رات کاٹی ہے تارے گن گن کے   اب بھی آ جائیے سویرا ہے
تم کہاں، میں کہاں، کہاں دنیا   دو[2] گھڑی کا یہاں بسیرا ہے
عمر گزری ہے بھاگتے ان سے
عمر بھر آفتوں نے گھیرا ہے

ملے نہ آپ ہمیں ہم جہاں جہاں پہنچے   تلاشِ حسن میں جانے کہاں کہاں پہنچے
گلوں میں آتشِ رنگیں اگر نہیں تھی تو پھر   تھے کیسے شعلے جو نزدیکِ آشیاں پہنچے
خدا گواہ ہے، ہم نے نہ بیوفائی کی   یہ آپ تھے کہ رقیبوں کے درمیاں پہنچے
وہ بوالہوس تھے کہ دم بھر میں ہمتیں ہاریں   ہمیں تمہاری محبت میں کامراں پہنچے
قیودِ دیر و حرم توڑ کر چلے ہیں ذکیؔ
مکاں سے آگے بڑھے ہوئے لامکاں پہنچے

متفرق اشعار

ظلمتِ زندگی مٹانے کو — کتنی شمعوں سے روشنی مانگی

حسن جس حال میں نظر آیا — ہم نے اس حال میں پرستش کی

اس کو اقرار نہیں ہے، نہ ہو، انکار تو ہے — رازِ الفت سے بہرحال خبردار تو ہے

دنیا میں ترے حسن کے بیمار ہمیں تھے — ہر آن دل و جاں سے پرستار ہمیں تھے
کام آئے نہ یارانِ خوش اوقات تمھارے — جب وقت پڑا ہے تو سر دار ہمیں تھے

مرنے کے بعد کوئی پشیماں ہوا تو کیا — ماتم کدہ جو گورِ غریباں ہوا تو کیا

ادا و ناز سے تڑپا کے مسکرانا کیا — مزا تو جب ہے کہ تم غم گسار بن کے رہو

تکیہ کرنا اس خدا پر، ان بتوں کے سجدے کیا
یہ سراب زندگی، وہ زندگی کا راز ہے

عکس ابرو ہے کسی ماہ جبیں کا یہ ہلال
یا کسی حور کا ہے بیچ سے بالا ٹوٹا

تصویر ترجمانی دل کر سکے گی کیا
جو کچھ ہے پوچھنا اسے مجھ سے ہی پوچھئے

اگرچہ قیس کی صورت میں دیوانہ نہیں لیکن
رہ و رسم وفا و عشق میں ہشیار میں بھی ہوں

ایک عیسیٰ نفس سے کام رہا
قصۂ مرگ ناتمام رہا

ذکی آج لیے ہو کسے یاد کر کے ؟
انھیں جو تمھیں بھول جانے پہ خوش ہیں

سرشار و شادماں ہو ہر لمحہ زندگی کا
جب سے تم آ بسے ہو اس دل کی انجمن میں

میرے حالِ تباہ پر مت ہنس　　تو مری زندگی کو کیا جانے
علم کی روشنی سے ناواقف　　جہل کی تیرگی کو کیا جانے

اب بار بار آکے ستایا نہ کیجئے　　بیتے دنوں کی یاد دلایا نہ کیجئے

حیف وہ آماجگاہِ چشمِ فتاں اب کہاں　　اُن کی نظریں اُٹھتے ہی اپنا جگر یاد آگیا
قطرۂ شبنم نہیں گل پر، دلِ شیدا سے پوچھ　　رخصتِ صبحِ چمن کو دیدۂ تر یاد آگیا

ڈر رہا ہوں تری طبیعت سے　　غیر سے دوستی نہ ہو جائے

اُف تعلق بھی کیا بری شے ہے　　موت کے وقت بھی بھلا نہ سکا

زندگی بھر قریب رہ کر بھی　　ان کو مجھ سے وہی حجاب رہا
ایک طوفان تھا جو آیا تھا　　ہائے! کیا چیز یہ شباب رہا

دل کو میرے خراب و خوار نہ کر اور للّٰہ، سوگوار نہ کر

آپ سے اک سوال پوچھا تھا آج تک تو نہ کچھ جواب ملا
جب بھی اہلِ نظر نے ڈھونڈا ہے ذرّہ ذرّہ میں آفتاب ملا

گر گیا ہوں نگاہ سے اپنی جب کسی نے مجھے سنبھالا ہے

دل کی خوش فہمیاں، ارے توبہ جانے کیوں مسکرائے جاتا ہے

منزل جسے سمجھتے تھے یارانِ قافلہ پہنچے جو اس جگہ، تو فقط سنگ میل تھا

شورشِ اضطراب رہنے دے مجھ کو یوں ہی خراب رہنے دے
سارے الزام ہیں سر آنکھوں پر یہ سوال و جواب رہنے دے

اے جانِ میکدہ تو سلامت رہے ہمیں — مخمور کر سکیں گے نہ ساغر ترے بغیر

حادثے سیکڑوں ہی گزرے ہیں — دل کی بیتا بیاں مگر نہ گئیں

حالِ دردِ فراق کیا کہتے — سنتے سنتے جو بن گئے سوتے
اہلِ ہمّت کو کامیابی ہے — وقت و حالات کو نہیں روتے

اے کلی تیری تمنائے جو اِک — ہوا میں گُل کی نکہت بن گئی
وہ نظر جو یک بیک ٹکرائی تھی — آج سرتاپا محبت بن گئی

عمر بھر لوگ مُسکراتے ہیں — مُسکرانا مگر نہیں آتا

وہ نہ اپنی روش کو بدلیں گے — چاہے جو کچھ کہا کرے کوئی

رُباعیات و قطعات

چھلکا چھلکا ہے گُلابی ساقی ۔۔۔ جچو ہیں ترے بدست شرابی ساقی
اس آتشِ سیّال کی موجوں میں نہاں ۔۔۔ اک نور ہے، نورِ آفتابی ساقی

یہ وصل کی شب ہے چاند تارو، ہمکو — اے مست فضاؤں کے نظارو ہمکو
ہے ساقی ناز آج مائل بہ کرم — بھر بھر کے پیو، شراب خوارو ہمکو

کلیاں دل چاک، گل پریشاں نکلے — اس گلشن ہستی میں نہ ارماں نکلے
مصروف فغاں صرف عنادل ہی نہیں — صیّادوں کے چہرے بھی نہ خنداں نکلے

ہاں اب مرے پیمانہ کو بھر دے ساقی — سرمست ہوں سرشار تو کر دے ساقی
اک جام کی گردش پہ نہ سیری ہوگی — بھر بھر کے ہر اک جام ادھر دے ساقی

آجا کہ ہیں ایّام جوانی ساقی — یہ عالم ہستی تو ہے فانی ساقی
نغمے جو ابلتے ہیں لب ساغر سے — بن جائیں گے وہ تیری کہانی ساقی

آنچل کا وہ سینہ سے ڈھلکنا ہئے ہئے!! — زلفوں کا وہ شانوں پہ مہکنا، ہئے ہئے!!
اک شوخ کا دریا کے کنارے آکر — جذبات فراواں میں بہکنا، ہئے ہئے!!

اے متاعِ حیات، لوٹ بھی آ — حاصلِ کائنات، لوٹ بھی آ
حسن و نکہت کی آخری منزل — اے مجسّم صفات، لوٹ بھی آ

بھیگی بھیگی ہے رات، لوٹ بھی آ — خالی جائے نہ بات، لوٹ بھی آ
پھر جبیں سجدہ ریز ہے اک سمت — معنیٔ التفات، لوٹ بھی آ

زندگی کو یاس و حسرت مت کہو — اس سے جو مانگو گے، وہ پاؤ گے تم
استقامت، جرأت و ہمت ہے شرط — زندگی کے گیت پھر گاؤ گے تم

زندگی کی ہر خوشی مل جائے گی — آرزو کی ہر کلی کھل جائے گی
اعتماد اپنے پہ تو پیدا کرو — زندگی کو زندگی مل جائے گی

رات دن رونے سے کیا ہے فائدہ — کچھ کرو، غم کو بھلانے کے لیے
کس قدر ہے مختصر یہ زندگی — روٹھی قسمت کو منانے کے لیے

فرق ہی کیا ہے، بجز ذوقِ عمل آپ میں اور دوسرے کردار میں
چاہیے تھوڑی صلاحیت ضرور کاٹ آجائے گی خود تلوار میں

شبِ تاریک بڑھتی جاتی ہے دل کی حالت بگڑتی جاتی ہے
سو گیا آسماں، زمیں سو گئی ایک مجھ کو نہ نیند آتی ہے

وصل کی شب منا کے سو لینا آگ دل کی بجھا کے سو لینا
کون جانے کہ کل رہیں نہ رہیں سوئی قسمت جگا کے سو لینا

پھر طبیعت اداس رہتی ہے زندگی بدحواس رہتی ہے
چین ملتا نہیں خوشی میں بھی پانی پیتا ہوں، پیاس رہتی ہے

گو کہ توہینِ محبت ہے مرا کچھ کہنا پر تری پچھلی عنایات کا کچھ پاس بھی ہے
جس کو تو عقل کی معراج سمجھ بیٹھا ہے دل کا بہلاوا ہے، ناکامی ہے، بکواس بھی ہے

تجھ کو زلفیں سنوارنے سے کام
کیا خبر تجھ کو زندگی کیا ہے!
ناؤ، طوفاں، بھاؤ اور منجدھار
دیکھ ناداں تری خوشی کیا ہے!

اے دل! ترے یہ رنج و الم یاد رہینگے
بد نفس زمانے کے ستم، یاد رہینگے
ہر چند کہ چھٹ جائینگے بادل یہ غموں کے
تا حشر مگر آج کے غم یاد رہینگے

کیا غموں میں کوئی ادا پائی
یا کہ تو ہو گیا ہے سودائی
اک طرف اشک خوں سے آنکھیں تر
اک طرف ہونٹ پر ہنسی آئی

شدت غم میں بک گیا تھا میں
آپ اس کا خیال کچھ نہ کریں
اپنی قسمت ہی سے شکایت تھی
آپ رنج و ملال کچھ نہ کریں

غم مجھے دے، مری خوشی لے لے
شوق و ارماں کی دل کشی لے لے
تجھ سے بڑھ کر نہیں حیات مری
کام آئے تو زندگی لے لے

کہاں ہے اضطرابِ دل کہاں ہے؟ جنون و شوق کی منزل کہاں ہے؟
نہ وہ صحرا، نہ وہ صحرا نوردی اے مجنوں ترا محمل کہاں ہے؟

مری ہستی کے طلسمات، تجھے کیا معلوم مری دنیا، مرے حالات، تجھے کیا معلوم
مجھے پاگل، مجھے دیوانہ سمجھنے والے مرے گزرے ہوئے لمحات، تجھے کیا معلوم

مری افتادِ طبیعت کو نہ سمجھا تو نے مری تخئیل کی وسعت کو نہ سمجھا تو نے
مری بیباک تمنّا سے بھڑکنے والے مرے اندازِ محبّت کو نہ سمجھا تو نے

یہ اُودی اُودی گھٹائیں مجھے سمجھ نہ سکیں یہ تند و تیز ہوائیں مجھے سمجھ نہ سکیں
تصور میرا ہی اسمیں کہ ہو تصور اُن کا خدایا تیری فضائیں مجھے سمجھ نہ سکیں

ہوس پرست نگاہیں مجھے سمجھ نہ سکیں کسی کی بہکی ادائیں مجھے سمجھ نہ سکیں
مقامِ شکر ہے، یہ رنج کا مقام نہیں کہ سیم و زر کی بلائیں مجھے سمجھ نہ سکیں

ساغر و جام کب ملیں گے گلے
سحر و شام کب ملیں گے گلے
میکدہ میں ترے، بتا ساقی
کفر و اسلام کب ملیں گے گلے

آ، مرے دل کے رازداں آجا
روح ہے بحرِ بیکراں آجا
آ، متاعِ خوشی، مآلِ حیات
حسن و نکہت کے گلستاں آجا

میں اگر چاہوں، تو عزّت کو بھی حاصل کر لوں
میں اگر چاہوں، تو شہرت کو بھی حاصل کر لوں
اے مرے دوست تری تازہ نصیحت کی قسم
آج چاہوں، تو میں دولت کو بھی حاصل کر لوں

غزل انسائیکلوپیڈیا

مرتبہ: ذکی کاکوروی

پر

چند رائیں

روزنامہ "قومی آواز": تقریباً چار سو غزل گو شعرا کا یہ انتخاب قدیم ترین غزل گو مُلّا وجہی اور محمد قلی قطب شاہ سے شروع ہو کر نوجوان مرتب کے عصر تک کے شعرا یعنی تقریباً پانچ سو برس پر مشتمل ہے، اور بلاشبہ نمایندہ انتخاب ہے، "انسائیکلو پیڈیا" کا مصداق بننے کا پورا پورا مستحق۔ زیر نظر انتخاب پسندیدہ اشعار کا نیز تمام نمایندہ غزل گو شعرا کا انتخاب ہے، یہ واقعی بڑی خدمت انجام دی گئی ہے۔ مرتب نے اپنی محنت اور کاوش کا جو سرسری ذکر اس سلسلے میں کیا ہے وہ شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دواوین کے علاوہ سینکڑوں رسائل اور جرائد کی ورق گردانی بھی اسکو کرنا پڑی ہو جو بجد جانفشانی کا کام ہے۔ غزل انسائیکلو پیڈیا کا مطالعہ اس پہلو سے بھی دلچسپ ہے کہ عموماً وہ تمام اشعار اس انتخاب میں آگئے ہیں جو کلاً یا جزاً ضرب المثل کے طور پر ادب میں دہرائے جاتے رہے ہیں۔

محمد رضا انصاری

ماہنامہ کتاب نما دہلی: ذکی کاکوروی صاحب کا یہ انتخاب کئی حیثیتوں سے ممتاز اور قابل لحاظ ہے۔ انتخاب ایک بہت ہی عریض و طویل دور پر مشتمل ہے اور ہر دور کے قریب قریب تمام معروف اور نمائندہ

شاعروں کے اچھے اچھے شعر چن لئے گئے ہیں کم وقت میں غزل کے بارے میں اس کتاب سے بہت ہی مفید معلومات حاصل کی جا سکتی ہے اور تغزل کی لطافتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

روزنامہ "دعوت" دہلی:۔ بلا خوف وتردید کہا جا سکتا ہے کہ ذکی صاحب نے اس کتاب میں سمندر کو کوزے میں بھرنے کا مظاہرہ کیا ہے اور بڑے اختصار کے ساتھ اردو کے ابتدائی دور سے اب تک کے قریب قریب تمام شعرا کے اشعار غزل کو یکجا کر دیا ہے ۔ غزل انسائیکلوپیڈیا یقیناً اسم با مسمیٰ ہے اور اس میں اردو شعرا کی طویل سے طویل فہرست پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ماہنامہ "فروغ اردو" لکھنؤ:۔ ذکی کاکوروی کا ذوق ادب اور شعور قابل صد مبارکباد ہے کہ اس نے "غزل انسائیکلوپیڈیا" پیش کر کے بہت بڑی کمی کو پورا کر دیا ہے۔ اس سے نہ صرف زبان و بیان کا تدریجی ارتقا معلوم ہو جاتا ہے بلکہ اردو غزل کے تقریباً چار سو سال کے بیش قیمت جواہرات بھی نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ پورے سرمایۂ ادب کو کھنگال کر دکھنی سے لے کر آج تک کے چار ہزار سو شعراء کے مشہور و مقبول اشعار پیش کرنا بڑی محنت ہمت اور جانکاہی کا کام تھا جس کو ذکی کاکوروی نے بحسن وخوبی انجام دیا، تمام شعراء کا انتخاب ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ انسائیکلوپیڈیا کی اہمیت و افادیت مسلم ہو یہ کتاب ہر صاحب ذوق کے لئے ضروری ہے۔ (ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی)

"صدق جدید" ہفتہ وار لکھنؤ:۔ اردو کے قدیم ترین دور سے لے کر جدید ترین غزل گویوں تک سے تقریباً چار ہزار سو شاعروں کا انتخاب بلکہ انتخاب در انتخاب (عبدالماجد دریاآبادی)

پروفیسر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی:۔ انتخاب کلام کا کام بہت کڑھب کام ہوتا ہے۔ اپنے مذاق کی رسوائی کے خطرے کو خیال میں نہ لائیے تو بھی یہ کام کس قدر شاقہ محنت چاہتا ہے، یہ اور اس پہ طرہ یہ کہ

چاہے جتنی محنت کر ڈالو، چاہے جتنا اچھا انتخاب پیش کرو خود کو بھی مکمل اطمینان نہیں ہوتا، دوسرے لوگ تو خامیاں نکالتے ہی ہیں۔ یہ سب دقتیں پیش نظر رکھئے اور پھر ذکی کاکوروی صاحب کی غزل انسائیکلوپیڈیا کا مطالعہ کیجیے تو آپ ذکی صاحب کے مذاق سخن اور محنت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے اور انکی اس صلاحیت کو بھی سراہیں گے کہ انسائیکلوپیڈیا کو مختصر کس طرح کیا جا سکتا ہے۔

روزنامہ "سیاست" حیدرآباد:۔ یہ کتاب اردو زبان کے شعری ادب میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ اس کتاب کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ماہنامہ "نیا دور" لکھنؤ: اس میں ذکی کاکوروی نے اردو شاعری کی مقبول ترین صنف سخن 'غزل' کے پانچسو سال سے زائد طویل دور کے سرمایہ غزل کا انتخاب پیش کیا ہے ۔۔ ذکی صاحب نے اس طویل دور کو کھنگالنے اور آب دار موتی پیش کرنے میں جس جگر کاوی اور جگر سوزی سے کام لیا ہے وہ یقیناً قابل ستائش ہے۔ ذکی کاکوروی کی یہ کوشش کامیاب اور اچھے اشعار کے انتخاب کے خواہشمندوں کے لئے ایک عمدہ تحفہ ہے۔

روزنامہ "قائد" لکھنؤ:۔ اردو شاعری کے ابتدائی دور سے لے کر اب تک کے مشہور و غیر مشہور شعرا کے کلام کا انتخاب جو مرتب کے حسن انتخاب پر روشنی ڈالتا ہے اور ان کی ذکاوت طبع کی داد دینے پر مجبور کرتا ہے ۔۔ مجموعہ اَدب نوازوں کی قدردانی کا بجا طور پر مستحق ہے۔

آل انڈیا ریڈیو:۔ چھ سات سال کی محنت کے بعد مرتب نے اپنا انتخاب پیش کیا ہے۔ اس میں معروف و غیر معروف سب ہی طرح کے شاعروں کے کلام کا نمونہ مل جاتا ہے ۔۔ زیادہ تر اشعار کے معاملے میں مرتب کی محنت و انتخاب قابل داد ہے ۔۔ غزل انسائیکلوپیڈیا اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ سفر و حضر میں بہت کم وقفہ کے درمیان ایک ہی وقت میں مختلف شاعروں کا کلام سامنے آجاتا ہے (ڈاکٹر سید اعجاز حسین)

ندائے ملت لکھنؤ :۔ اشعار کے انتخاب میں سخن فہمی اور ناقدانہ بصیرت کے ساتھ ذوقِ سلیم کو بھی خاصا دخل ہوتا ہے۔ اشعار کو پسند یا ناپسند کرنے میں لوگوں کا ذوق مختلف ہو سکتا ہے، لیکن جناب ذکی کاکوروی کے حسنِ انتخاب اور ذوقِ سلیم کا اعتراف کرنے پر اس کتاب کا ہر قاری مجبور ہوگا ـــــ مرتب کتاب خود بھی ایک اچھے اور مشہور شاعر ہیں۔ آخر میں اپنے اشعار کا ایک حسین انتخاب بھی دیا ہے جس سے آپ کے بلند خیالات، پاکیزہ جذبات اور جذبات کے اظہار پر قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ـــــ "غزل انسائیکلوپیڈیا" اردو میں پہلی بار برسوں کی تلاش وتحقیق کے بعد اردو کے ممتاز شاعر اور محقق جناب ذکی کاکوروی نے مرتب کی ہے۔ جو ہر اس شخص کیلئے ایک لازمی کتاب ہے، جس کو اُردو شاعری اور غزل سے ادبی دلچسپی بھی ہے کیونکہ یہ ابتدا سے دورِ حاضر تک کے تمام اردو شعرا کے کل کلام کے بہترین اشعار کا مکمل ترین انتخاب ہے جس میں ہر ذوق و نظر کی پسند کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اس معرکۃ الآرا انتخاب کا طرۂ امتیاز اس کی جامعیت کے ساتھ ساتھ کتاب کی انتہائی کم ضخامت ہے جس کو کم سے کم تر کرنے کے لئے فاضل مرتب نے معیارِ انتخاب کو بلند تر کر کے محض اعلیٰ ترین اشعار پر اکتفا کی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اپنی نوعیت اور جامعیت کے اعتبار سے اردو شاعری کے انتخابات میں پہلی کامیاب کوشش ہے جس کی کلاسیکی نیز افادی اہمیت کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ (ادارہ)